بلوغ الأرب في معرفة أحكام رجب

ماہ رجب

شریعت کی روشنی میں

مؤلف

مولانا محمد خالد خان قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

التقریظ

مجدد جنوب، فقیہ النفس، عالم ربانی

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین۔ اما بعد:

اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنی ''ہدایت'' حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ نازل فرمائی اور آخری ''ہدایت'' قرآن وحدیث کی شکل میں حضرت آقائے نامدار سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ نال فرمائی اوراعلان کردیا کہ اس میں انسانوں کے لئے سامان نجات ہے۔اس کے علاوہ کسی چی میں نجات نہیں ہے؛لہذا ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ اپنی نجات کے لئے قرآن وحدیث کو معیار بنائے اوراس کے مطابق زندگی کے تمام کام کرے۔

مگر افسوس کہ زمانۂ نبوت سے جوں جوں بعد ودوری ہوتی گئی ،اسی قدر اس نظریے میں اہل اسلام کے درمیان کمزوری آتی گئی اور لوگ من مانی عقائد، من مان گھڑت رسومات اور مجرمانہ بدعات پیدا کرتے چلے گئے ، یہاں تک کہ لوگوں کو حق

وباطل میں،سنت وبدعت میں ،اچھےاور برے میں فرق مشکل ہوگیا؛ بلکہ معاملہ اور خطرناک ہوگیا کہ لوگ حق کو باطل اور باطل کوحق سمجھنے لگے،سنت کو بدعت ، وبدعت کو سنت ٹھہرانے لگے۔

اس صورت حال کا مقتضی یہ ہے اور ہونا چاہئے کہ اہل حق و اہل سنت پوری جواں مردی وہمت اور پوری توانائی وقوت کے ساتھ حق کوحق اور باطل کو باطل ،سنت کو سنے ،بدعت کو بدعت بتانے اور ثابت کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگائیں۔الحمدللہ ہر دور میں اس قسم کے علماء نے اپنا یہ فریضہ انجام دیا ہے۔

زیرنظر کتابچہ ''ماہ رجب شریعت کی روشنی میں'' مؤلفہ عزیزی مولوی محمد خالد حفظہ اللہ (استاذ جامعہ مسیح العلوم)اس سلسلے کی ایک کڑی ہے،جس میں انہوں نے ''رجب'' کے متعلق احکام کوجمع کیا ہےاوراس سلسلے میں لوگوں کے مابین پھیلے ہوئے غلط نظریات وعقائداوررسومات وبدعات کا دلائل شرعیہ کی روشنی میں جائزہ لے کرحق کوواضح کیا ہے۔

میں نے ازاول تا آخراس رسالہ کومؤلف سے سنا۔الحمدللہ جامع ومفید پایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کوجزائے خیر دےاوران کی اس کاوش کوامت کے حق میں منارۂ ہدایت بنائے اوران کے حق میں ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ .

اللہ تبارک وتعالی نے اس کائنات رنگ و بو میں جہاں مختلف قسم کی مخلوقات ،حیوانات ،نباتات،اور جمادات وغیرہ کو اپنی قدرت قاہرہ و ظاہرہ سے وجود بخشا، وہیں اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ان کے درمیان باہم ایک دوسرے کو امتیاز وتفوق بھی عطا فرمایا تاکہ کائنات کے نظام میں اعتدال باقی رہے۔ یہ امتیاز وتفوق جہاں انسانوں اور دیگر حیوانات میں رکھا، وہیں کائنات کی دیگر تمام مخلوقات میں بھی رکھا انھیں مخلوقات میں سے اللہ تعالی کی ایک مخلوق وقت بھی ہے اور وقت کے مختلف اجزاء میں سے ایک جزء مہینے ہیں، چنانچہ ان میں بھی ایک دوسرے کو امتیاز بخشا گیا، جن میں ماہ رمضان المبارک کو ان سب میں زیادہ حصہ ملا اور رمضان "سید الشھور" (مہینوں کا سردار) کہلایا پھر اس کے بعد دیگر بعض مہینوں کو بھی کسی خاص وجہ سے کوئی امتیار عطا کیا گیا انہیں مہینوں میں سے چار مہینے وہ ہیں جو "اشہر حرم" یعنی ادب وحرمت کے مہینے کہلاتے ہیں ان حرمت کے مہینوں میں سے ایک ماہ "**ماہ رجب المرجب**" ہے۔ ماہ رجب المرجب بھی اپنے دامن میں بعض خاص فضائل رکھتا ہے ،جن کی وجہ سے اس ماہ مبارک سے متعلق چند خاص احکام بھی ہیں ،دوسری طرف بعض لوگوں نے اس کے حقیقی فضائل (جو درحقیقت محدود ہیں) کو شاید ناکافی سمجھ کر اپنی جانب سے کچھ خاص خاص فضائل ومناقب عطا فرمائے اور

اس کے لئے مختلف قسم کی احادیث گھڑ کر ''من کذب علی متعمدا فا لیتبوأمقعده من النار'' (جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) (بخاری: ۱۰۷) کے مستحق ٹھہرے۔ یہ کام تو ابتدائی دور ہی میں چندلوگوں نے انجام دیا اور اپنے فیوض و برکات چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہ چلے۔ لیکن بعد میں کچھ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے پچھلوں کے اضافہ کونا کافی سمجھ کر مزید اضافے فرمائے، جن میں ایک اضافہ ''کونڈوں کی رسم'' تو بڑا ہی خطرناک کیا گیا۔ جس میں مشہور صحابی رسول اللہ ﷺ، کاتب وحی حضرت معاویہؓ سے بغض وعداوت چھپی ہوئی ہے، جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔ اور اب یہ تمام چیزیں مل کر امت کو اصل احکام سے دور کر کے بدعات شنیعہ (جو بظاہر بڑی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں) میں الجھا کر رکھ دیا ہے، الحمد للہ علماء حق کی جد جہد سے بہت سی بدعات کا قلع قمع ہوا اور ہو رہا ہے، مگر اس کے باوجود بعض بدعات ابھی لوگوں میں موجود ہیں، یا پھر سے پنپتی نظر آرہی ہیں۔ اس کے پیش نظر احقر نے اس رسالہ میں بقدر ضرورت رجب کے احکام ثابتہ جمع کئے ہیں اور ساتھ ساتھ اس ماہ کی بدعات مروجہ پر بھی بحث کی ہے، تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا ہو جائے۔ ہم سب سے پہلے اس ماہ کے فضائل (جو بے غبار ہیں) بیان کریں گے پھر اس مہینہ کے بعض خاص احکام، پھر اس ماہ میں ہونے والی بدعات پر کلام کریں گے۔ **وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ**

فضائلِ رجب

رجب اشہر حرم میں سے ہے:

اس مہینہ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ یہ مہینہ اشہر حرم میں سے ہے اسلام سے قبل اہل جاہلیت بھی اس ماہ کا احترام کرتے تھے اور اسلام میں بھی اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتداء اسلام میں یہ حرمت باقی رہی اس کے بعد اس کے بقاء کے سلسلہ میں اختلاف ہے، اس کا آگے ذکر آئے گا، انشاء اللہ تعالی۔ الغرض اس ماہ کی فضائل میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ یہ اشہر حرم میں سے ہے۔

اللہ تعالی ان مہینوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ادب کے، یہی ہے سیدھا دین، سو ان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر۔

(سورۃالتوبۃ :۳۶)

یہاں ''فیھن''کی ضمیر کے سلسلہ میں اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ''اربع اشہر'' کی جانب راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بالخصوص ان مہینوں میں گناہ کے کام نہ کرو بلکہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو؛ اس لئے کہ اس میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے (دیکھئے:تفسیر کبیر:۱۸/۸)اس کی تفصیل آگے آئے گی۔اسی وجہ سے ان مہینوں میں ابتداء میں قتال حرام تھا اور اب بھی مستحب یہ ہے کہ ان میں ابتداء بالقتال نہ کی جائے اور ایسے ہی ان مہینوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ ان میں نیکیوں کا ثواب اور گناہوں پر عقاب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اور رجب بھی انہیں مہینوں میں سے ہے اس لئے یہ فضیلت ماہ رجب کو بھی حاصل ہے۔

نبی کریم کی رحم مادر میں تشریف آوری:

اس مہینہ کی فضائل میں سے ایک فضیلت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس ماہ میں نبی کرم ﷺ بطن مادر میں تشریف لائے۔

آپ لکھتے ہیں:

''فائدہ:منجملہ اسباب زیادت فضیلت اس ماہ کے یہ ہے کہ بقول سہل بن عبداللہ تستری حسب روایت حافظ خطیب بغدادی حضور ﷺ بطن مادر میں اسی ماہ رجب شب جمعہ میں تشریف لائے۔کذا فی المورد الردی فی المولود النبوی للقاری ؒ''

(سال بھر کے مسنون اعمال:۱۶)

ایک اور ممکنہ فضیلت:

معراج کی تاریخ کے سلسلہ میں پانچ روایات ہین جیسا کہ آگے آرہا ہے اس میں ایک روایت ماہ رجب کی بھی ہے کہ اس واقعہ کا وقوع رجب میں ہوا اس صورت میں اس ماہ کے فضائل میں ایک فضیلت یہ ہوگی کہ اس میں معراج کا عظیم واقعہ پیش آیا، جو نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

فضائل رجب میں وارد روایات اور ان کا حکم:

یہاں ہم نے صرف ان فضائل کا ذکر کیا ہے جو بے غبار ہیں اور ماہ رجب کے سلسلہ میں بے شمار روایات پیش کی جاتی ہیں جن پر علماء نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے ان روایات میں اس ماہ کے فضائل میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے گئے ہیں ،اس پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ روایات بھی موضوع یعنی گھڑی گئی ہیں۔ جیسے علامہ ابن حجر شافعیؒ نے ''تبیین العجب'' میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے ''ما ثبت بالسنہ'' میں، علامہ ابن قیمؒ نے ''المنار المنیف'' میں ان احادیث پر کلام فرمایا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ ''تبیین العجب'' میں اس ماہ سے متعلق جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ ضابطہ بیان کرتے ہیں:

''لم یرد فی فضل شهر رجب ،ولا فی صیامه،ولا فی صیام شیء منه معین،ولا فی قیام لیلة مخصوصة فیه، حدیث صحیح یصلح للحجة .

ترجمہ: رجب کی فضیلت ،اس کے روزوں اور اس کے کسی مخصوص رات کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث جو صالح للاحتجاج ہو وارد نہیں

ہوئی ہے۔

(تبيين العجب: ٢)

تنبيه:

یہاں کسی کو ابن حجر کی عبارت سے اس بات کا دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ مطلق ماہ رجب کی کوئی فضیلت ہی نہیں ہے، ابن حجر ماہ رجب کی مطلق فضیلت کا انکار نہیں بلکہ ان روایات کا انکار کر رہے ہیں جو اس ماہ کی فضیلت پر مشتمل ہیں۔

ماہِ رجب میں کیا کریں؟

ہر مومن ومسلمان کا یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر معاملہ میں سرکار مدینہ ﷺ کی اتباع کرے۔لہذا آیئے ہم سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ ماہ رجب کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا کیا معمول تھا؟اوراس ماہ میں شریعت نے ہمارے لئے کیا احکام دئے ہیں؟

رجب کی پہلی رات میں دعا قبول ہوتی ہے:

اس مہینہ سے متعلق ایک عمل یہ ہے کہ اس کی پہلی رات میں دعا کا اہتمام کرنا چاہئے اس لئے کہ اس رات میں دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

خمس ليال لا يرد فيهن الدعاء ليلة الجمعة و اول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتا العيد .

ترجمہ:پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء رد نہیں کی جاتی جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات،شعبان کی پندرہویں رات اورعیدین کی راتیں۔

(شعب الایمان:۳/۳۴۲،مصنف عبدالرزاق:۴/۳۱۷رقم الحدیث:۷۹۲۷)

اسی طرح امام شافعی سے بھی مروی ہے کہ ان پانچ راتوں میں دعاء قبول ہوتی ہے:

بلغنا انه كان يقال ان الدعاء يستجاب فی خمس ليال فی ليلة الجمعة، وليلة الاضحی، وليلة الفطر، واول ليلة من رجب، وليلة النصف من رجب، وليلة النصف من شعبان.

ترجمہ: ہم کو یہ بات پہونچی ہے کہ یوں کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعاء قبول ہوتی ہے جمعہ کی رات میں عید الاضحیٰ کی رات میں عید الفطر کی رات میں رجب کی پہلی رات میں اور شعبان کی پندرہویں رات میں۔

(شعب الايمان ۳/ ۳۴۱، السنن الكبرى: ۳/ ۴۴۵)

ہمارے حضرت مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم امام شافعی کے اس قول کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''امام شافعی نے جو فرمایا ''یہ کہا جاتا تھا'' یہ امام شافعی کا دور صحابہ وتابعین کا ذکر کررہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں یہ بات مشہور تھی''

(جواہر شریعت: ۳/ ۲۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ رجب کی پہلی رات میں دعاء قبول ہوتی ہے لہذا اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ماہ رجب کی ایک مخصوص دعاء:

اس مہینہ کا ایک خاص عمل یہ ہے کہ اس کی ابتداء میں یہ دعاء پڑھنا چاہئے:

اللهم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان.

(اے اللہ رجب اور شعبان میں برکت عطاء فرما اور ہم کو ماہ رمضان تک پہونچا)

عن انس قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل رجب قال اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ماہ رجب شروع ہوتا تو یوں دعاء فرما کرتے تھے: اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔

(مشکوۃ: باب الجمعۃ: ۱۲۱، شعب الایمان: رقم الحدیث: ۳۶۵۴)

علماء نے مستحب قرار دیا ہے کہ ہر مسلمان ماہ رجب کے شروع میں یہ دعاء کیا کرے۔

اس دعاء میں نبی کریم ﷺ نے ماہ رجب اور ماہ شعبان میں برکت کا سوال کیا ہے اور آگے آنے والے مہینے رمضان المبارک تک پہونچانے یعنی رمضان المبارک تک زندہ رہنے کی دعاء مانگی ہے۔ آپ نے یہاں جو ماہ رجب اور شعبان میں برکت کا سوال کیا ہے، اس میں برکت کا لفظ مطلق ہے؛ لہذا اس برکت سے مراد مادی و روحانی، دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکتیں مراد لی جا سکتی ہیں۔ مادی برکتیں جیسے عمر میں، صحت میں، رزق میں برکت کا ہونا اور روحان برکتیں جیسے طاعت و اعمال صالحہ میں برکت کا ہونا ہے۔ الغرض نبی پاک ﷺ نے اس مختصر سی دعاء میں دینی و دنیوی، مادی و روحانی دونوں قسم کی برکتوں کا سوال کر لیا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ دعاء فرمائی کہ ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا یعنی رمضان المبارک ہمیں نصیب فرما۔

رجب اور شعبان میں خصوصیت سے برکت کے سوال کی وجہ:

اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خصوصیت سے رجب اور شعبان میں برکت کا سوال کیوں کیا؟ اور اس میں کیا راز ہے؟ تو اس کا جواب اس دعاء کے اخیر جملہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سوال دراصل رمضان المبارک کو جو عنقریب آنے والا ہے اچھے انداز میں پانے کے لئے کیا گیا ہے کہ ماہ رجب اور شعبان میں رزق صحت، عمر وغیرہ میں اور اسی طرح عبادات و طاعات میں برکت ہوگی اور ان میں اضافہ ہوگا تو رمضان المبارک کو اس حال میں پائیں گے کہ ہماری صحت اچھی ہوگی تو عبادت اچھے انداز میں ہوگی۔ اگر ہماری معاشی پریشانی حل ہوگئی ہو، اسی طرح اگر ہماری عمر وفا کرے تو ہم رمضان کو پا سکتے ہیں اور اچھے طور پر پا سکتے ہیں اور پوری دلجمعی و دلچسپی کے ساتھ عبادت کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اگر ان مہینوں میں ہماری عبادات وطاعات میں برکت و اضافہ ہو جائے تو روحانی طور پر اور مزید ترقی رمضان میں کر سکیں گے اور اس ماہ مبارک کی سعادتوں کو زیادہ سے زیادہ لوٹ سکیں گے۔ الغرض اس دعاء کا حاصل یہ ہے کہ رمضان المبارک ہم کو نصیب ہو اور اس حال میں نصیب ہو کہ ہم روحانی وجسمانی بیماریوں اور ایسے اعذار سے پاک ہوں جو کسی بھی طرح رمضان المبارک کے ضائع ہونے یا اس کی سعادتوں سے محرومی یا کمی کا سبب بنیں۔

رجب: رمضان المبارک کا مقدمہ

اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رجب المرجب رمضان المبارک کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہے، چنانچہ اس دعا سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ ماہ رجب ہی سے رمضان المبارک کی تیاری شروع کر دینی چاہئے، اس لئے کہ اس دعا میں ماہ رمضان کو پانے اور جسمانی وروحانی صحت کو مانگا گیا ہے جو کہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے، تو جب غیر

اختیاری چیز اللہ تعالی سے مانگی گئی تو جو چیز اختیاری ہے اس کو بدرجہ اولی اپنانا چاہئے یعنی دعاء کے ساتھ عملی طور پر بھی اپنی طاقت بھی رمضان المبارک کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔لہذا رجب کے اعمال میں سے ایک اہم عمل یہ ہے کہ رمضان المبارک کی اسی ماہ سے تیاری شروع کردی جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ رجب کا مہینہ رمضان المبارک کا مقدمہ ہے ،اس لئے رمضان المبارک کے لئے پہلے سے اپنے آپ کو تیار کرنے کی ضرورت ہے،اس لئے حضور اقدس ﷺ تین مہینے پہلے سے دعاء فرمارہے ہیں کہ اب اس مبارک مہینہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلو،اور اپنا نظام الوقات ایسا بنانے کی فکرو کہ جب یہ مبارک مہینہ آئے تو اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف ہو۔''

(اصلاحی خطبات:۱/۴۷)

علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ سے رجب میں روزہ سے منع وارد ہے،اس سے بھی رمضان المبارک کی تیاری پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

ابن ماجہ میں ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

عن ابن عباس ان النبی ﷺ نهی عن صیام رجب .

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے رجب کہ روزے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابن ماجه: ۱۲۵)

اس کی ایک حکمت یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ یہ نہی دراصل رمضان کی تیاری کے پیش نظر وارد ہوئی ہے کہ کوئی بندۂ خدا اس ماہ میں اور اس کے بعد والے ماہ شعبان میں مکمل یا کثرت سے روزے رکھ کر اپنے آپ کو تھکا نہ دے اور اس کی وجہ سے

رمضان المبارک کے اعمال میں کوتاہی ہو۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے روزہ سے منع فرمایا۔

چنانچہ مذکورہ حدیث کے راوی حضرت ابن عباسؓ کا معمول حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ:

''آپؓ مکمل رجب کے روزے رکھنے سے منع فرماتے تھے۔''

(مقدمۃ الادب فی رجب : ۱۱)

تو اس اعتبار سے نھی عن الصیام سے جہاں ایک چیز سے منع فرمایا گیا ہے، وہیں اسی کے ذریعہ رمضان المبارک کی تیاری کی جانب بھی توجہ دلائی گئی ہے، جیسا کہ ہمارے حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتھم نے اپنے رسالہ ''احکام شعبان و شب برأت'' میں نھی عن الصیام بعد نصف شعبان والی روایت کی حکمت یہی بتائی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(دیکھئے: جواہر شریعت: ۳/ ۲۸۷)

رجب کا ایک عمل: رمضان کی جسمانی وروحانی تیاری:

الحاصل رجب المرجب کا ایک بڑا ہی اہم عمل یہ ہے کہ اسی مہینہ سے رمضان المبارک کی تیاری شروع کر دینی چاہئے اور حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ بہت پہلے سے رمضان المبارک کی تیاری کرتے تھے اور خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس دعاء کی تلقین فرما کر امت کو اس جانب متوجہ فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اب تیاری بھی دو قسم کی ہے ایک جسمانی تیاری کہ جو کمزور یا بیمار قسم کے لوگ ہیں وہ ابھی سے ایسی غذائیں اور دوائیں استعمال کریں جس سے کمزوری اور بیماری دور ہو اور رمضان میں آسانی سے روزہ رکھ سکیں اور دیگر عبادات ادا کر سکیں۔

ایک تیاری روحانی ہے کہ جواب تک نماز اور دیگر عبادات سے دور تھے اور اللہ تعالی کی نافرمانیوں میں لگے ہوئے تھے وہ توبہ کریں، نماز اور دیگر عبادات میں لگیں اور گناہوں سے پرہیز کریں اور جو لوگ نمازوں کے پابند تھے اور دیگر عبادات میں بھی لگے ہوئے تھے ان کو چاہئے کہ عبادات میں اور ترقی کرے مثلاً اگر تہجد اور دیگر نوافل کا پابند نہ تھا تو ان کی پابندی کرے تا کہ رمضان میں اور عبادات میں ترقی کر سکے اور اس رحمتوں اور سعادتوں کو زیادہ سے زیادہ لوٹ سکے اس لئے کہ رمضان میں بھی ہر آدمی کو اس کی حیثیت سے رحمتیں ملیں گی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاقدس سرہ ''فضائل اعمال'' میں ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور بھی بہت سی روایات میں ختم رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں: رمضان کے تین حصے کئے گئے ہیں جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا بندہ ناچیز کے خیال میں تین حصہ رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ: آدمی تین طرح کے ہیں ایک وہ لوگ جن کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں ان کے لئے شروع ہی میں رحمت اور انعام کی بارش ہو جاتی ہے دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہگار ہیں ان کے لئے کچھ حصہ روزہ رکھنے کے بعد ان روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ لوگ جو زیادہ گنہگار ہیں ان کے لئے زیادہ حصہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی اور جن لوگوں کے لئے ابتداء ہی سے رحمت تھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے۔ واللہ اعلم وعلمہ

اتم''

(فضائل اعمال اول:۵۷۳)

الغرض اس حدیث کی تشریح سے یہ بات سامنے آئی کہ رمضان المبارک میں ہر آدمی اپنی عملی حیثیت کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے لہذا اب جو شخص رجب ہی سے اعلام خیر کی جانب توجہ دے گا تو وہ رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ سعادتیں لوٹ سکتا ہے، عبادات، طاعات وغیرہ میں لگنے کے نتیجہ میں ظاہر ہے کہ پہلے ہی عشرہ مین اس کی مغفرت ہو جائے گی اور بعد کے دو عشروں میں حمتوں اور اخروی نعمتوں کے انبار لگ جائیں گے۔ اس لئے حدیث میں رمضان سے دو ماہ قبل ہی سے برکت وحفاظت مانگی گئی ہے لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ یہ دعاء بھی مانگیں اور دوا کریں یعنی رمضان المبارک کی جسمانی وروحانی تیاری کریں۔ **وما التوفیق الا با اللہ**

میں اس مضمون کو صاحب لطائف المعارف کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں:

شهر رجب مفتاح اشهر الخير و البركة،قال ابو بكر الوراق البلخي:شهر رجب شهر للزرع و شعبان شهر السقي و رمضان شهر حصاد الزرع وانه قال:مثل شهر رجب مثل الريح و مثل شعبان مثل الغيم ومثل رمضان مثل القطر وقال بعضهم:السنة مثل الشجرة وشهر رجب ايام توريقها وشعربان ايام تفريعها ورمضان ايام قطفها والمومنون طقافها جدير بمن سود صحيفته با الذنوب أن يبيضها با التوبة في هذا الشهر وبمن ضيع عمره في البطالة أن يغتنم فيه ما بقي من العمر .

ترجمہ: رجب کا مہینہ خیر وبرکت کے مہینوں کی کنجی ہے۔ علامہ ابوبکر

بلخی ؒ نے فرمایا کہ: رجب کا مہینہ ہل جوتنے اور بیج بونے کا مہینہ ہے ،شعبان سیراب کرنے کا اور رمضان المبارک پھل کاٹنے کا مہینہ ہے ۔انہوں نے ہی کہا ہے کہ: ماہ رجب کی مثال ہوا جیسی ہے، ماہ شعبان کی بادل جیسی اور رمضان کی مثال بارش جیسی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ پورا سال ردخت کے مانند ہے اور ماہ رجب درختوں پر پتوں کے آنے کا وقت ہے، ماہ شعبان پھلوں کے آنے اور ماہ رمضان پھل توڑنے کا وقت ہے، اور پھل توڑنے والے مومنین ہیں پس مناسب ہے کہ جس نے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرلیا ہو وہ اس ماہ میں اسے توبہ سے اجلا کرلے اور جس نے اپنی عمر کا بیکاری میں ضائع کرلی ہے وہ اپنی بقیہ عمر کو غنیمت جانے۔

(لطائف المعارف: ۱/۱۳۰)

اس ماہ میں نیکی پر ثواب اور گناہ پر عقاب میں اضافہ ہوجاتا ہے:

یہ مہینہ اشہر حرم میں سے ہے جیسا کہ پیچھے گذرا، ان مہینوں کو حرمت کے مہینے دو معنی کے اعتبار سے کہتے ہیں۔

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

''پھر ارشاد فرمایا ﴿مِنهـآ أَربَعَةٌ حُـرُمٌ﴾ یعنی ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، ان کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے، ایک تو اس لئے ان میں قتل وقتال حرام ہے، دوسرے اس لئے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں، ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے ان میں سے پہلا حکم تو شریعت اسلام میں منسوخ ہو

گیا،مگر دوسرا حکم احترام و ادب اوران میں عبادت گزاری کا اہتمام اسلام میں بھی باقی ہے''

(معارف القرآن:۳۷۲/۴)

لہذا ان مہینوں کا ادب واحترام لازم ہے ماہ رجب چونکہ انہیں مہینوں میں سے ہے لہذا اس کا بھی ادب واحترام ضروری ہے اسی ادب کا تقاضا ہے کہ ان مہینوں میں نیکیوں کا ثواب بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور گناہوں پر پکڑ اور عقاب بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

''اوران میں سے چار مہینے بڑے متبرک اورادب واحترام کے سمجھے جاتے تھے تین مہینے مسلسل ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا۔تمام انبیاء علیھم السلام کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اوران میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے، سابق شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر قتل وقتال بھی ممنوع تھا''

(معارف القرآن:۳۷۰/۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے ''**الادب فی رجب**'' میں حضرت قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

قال قتادة: العمل الصالح اعظم اجرا في الأشهر الحرم ،والظلم فيهن أعظم من الظلم فيماسواهن،وان كان الظلم على كل حال عظيما.

ترجمہ: حضرت قتادہ نے فرمایا: کہ حرمت کے مہینوں میں عمل صالح

کا اجر بڑھ جاتا ہے، ایسے ہی ان مہینوں میں دیگر مہینوں کے بالمقابل ظلم (برائی کا بدلہ) بھی بڑھ جاتا ہے، گرچہ ظلم (برائی) بہر حال (یعنی کسی بھی وقت اور مہینہ میں) خطرناک ہے۔

(الادب فی رجب: ۲۵)

ماہ رجب بھی چونکہ انہیں مہینوں سے ہے اس لئے اس ماہ میں خصوصیت سے طاعات ونیکیوں کی کثرت اور معاصیات اور بدیوں سے اجتناب کا اہتمام کرنا چاہئے ۔اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی جب اس کا اہتمام کرے گا تو اس کو من جانب اللہ دیگر مہینوں میں بھی طاعات کے کرنے اور معاصیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے ۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''امام جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کام سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے''

(معارف القرآن: ۴/۲/۳۷۲، جصاص: ۳/۱۴۳)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ تخصیص صرف انہیں چار مہینوں کے لئے کیوں ہے کہ ان میں نیکی اور گناہ کا بدلہ بڑھ جاتا ہے؟ اس میں کیا حکمت و

مصلحت کارفرما ہے؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر (۴۲/۱۶۔۴۳) میں، اس کا بڑا ہی بہترین اور قدرے مفصل جواب دیا ہے، جس کی میں یہاں ترجمانی کرتا ہوں:

''یہ بات شرعی امور میں کوئی مستبعد نہیں ہے اس لئے کہ شریعت میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں زیادہ حرمت وعزت اور تفوق و امتیاز عطا فرمایا ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ کو دیگر علاقوں سے زیادہ حرمت عطا فرمائی، ہفتہ بھر کے دنوں میں سے یوم الجمعہ کو حرمت عطا کی، یوم عرفہ کو دیگر تمام ایام کے مقابلہ میں ایک خاص عبادت کے ذریعہ ممتاز فرمایا رمضان المبارک کو دیگر مہینوں پر، اور دن کے بعض اوقات کو نماز کو فرض قرار دیکر ان کو ایک خاص امتیاز عطا فرمایا، راتوں میں سے لیلۃ القدر کو تفوق بخشا ایسے ہی انسانوں میں بعض کو منصب نبوت دے کر ممتاز فرمایا، جب ان تمام اشیاء و مخلوق کو کسی نہ کسی طرح اختصاص و امتیاز، تفوق وحرمت حاصل ہے، اور ہو سکتی ہے، تو پھر اشہر حرم کو ایک خاص حرمت عطا کی گئی تو اس میں کیا اشکال و استبعاد ہے؟

پھر یہ بات بھی مستبعد نہیں ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان خاص اوقات میں یہ تاثیر رکھی ہو کہ ان ایام میں جو اعمال انجام دئے جاتے ہیں، ان میں نفوس کی پاکی وفائی، طہارت و تزکیہ کی تاثیر زادہ رکھی ہو اور ایسے ہی ان میں جو معاصی کئے جاتے ہیں وہ نفس کو میلا اور گندہ کرنے کی زیادہ تاثیر رکھتے ہوں۔ تو اس وجہ سے ان ایام میں نیکیوں کی زیادتی مطلوب اور معاصی کا ارتکاب زیادہ مبغوض ہوئی۔ اور یہ بھی مستبعد نہیں ہے اس

لئے کہ اس کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے بعض خاص اوقات میں دعاء کی مقبولیت کے آثار وامکانات زیادہ ہوتے ہیں جیسا کہ یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے۔

اور پھر اس میں ایک اور فائدہ بھی ہے کہ اکثر طبائع بشریہ ظلم، فساد اور معاصی کے عادی ہوتے ہیں لہذا ان کے لئے مطلقاً ہر وقت معاصی سے پرہیز دشوار ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالی نے بعض خاص خاص اوقات و امکنہ کو مزید حرمت و عزت عطا فرمائی، تا کہ لوگ ان میں طاعات کو بجالائیں اور معاصی سے اجتناب کریں۔ پھر اس کے نتیجہ میں چند فوائد مرتب ہوں گے کہ: کم از کم ان اوقات و امکنہ میں برائیاں اور معاصی کم ہو جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ان اوقات میں معاصی سے احتراز و اجتناب اور طاعات میں انہماک و اشتغال کے نتیجہ میں مطلق ان اعمال کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب آدمی محنت ومشقت برداشت کر کے ان دنوں میں اعمال خیر میں لگے گا اور اعمال شر سے بچے گا اور پھر ان اوقات کے بعد طاعات کو چھوڑ کر معاصی کی طرف جائے گا، تو ظاہر سی بات ہے کہ اس سے پچھلے کئے پر پانی پھر جائے گا اور کوئی بھی انسان جو ذرہ بھی عقل رکھتا ہو وہ یہ کیسے چاہے گا کہ سارے کئے پر پانی پھر جائے، لہذا جب وہ اس پر غور کرے گا تو ضرور وہ اس اچھی حالت کو چھوڑ کر بری حالت کی طرف لوٹنا نہ چاہے گا''

(دیکھئے: التفسیر الکبیر: ۱۶/۴۲-۴۳)

بہتر یہ ہے کہ اس ماہ میں قتال کی ابتداء نہ کی جائے:

زمانۂ جاہلیت میں چار مہینوں میں قتال کو حرام سمجھا جاتا تھا اور جب اسلام آیا تو اس میں بھی میں ان مہینوں میں قتال ممنوع ہی رکھا گیا، جمہور کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو گیا، مگر عطاء بن رباح کہتے ہیں: یہ حکم منسوخ نہیں، اب بھی باقی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ اس کا حکم منسوخ ہو گیا ، یعنی اس کی حرمت منسوخ ہوگئی، مگر پھر بھی مستحب یہی ہے کہ ان مہینوں میں ابتداء بالقتال نہ کی جائے۔

ہم اس موقعہ پر اپنی جانب سے کچھ کہنے کے بجائے فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ کی تفسیر معارف القرآن سے دو عبارتیں نقل کر دینے ہی کو کافی سمجھتے ہیں:

آپ ایک مقام پر ابتداء بالقتال نہ کرنے کو افضل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اشہر حرام چار مہینے ہیں، ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ تین ماہ تو مسلسل ہیں، چوتھا مہینہ رجب کا ہے، اسلام سے پہلے بھی ان چار مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا، اور مشرکین مکہ بھی اس کے پابند تھے، ابتداء اسلام میں بھی ۲ھ تک ہی قانون نافذ تھا اس لئے صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا اس کے بعد یہ حرمت قتال منسوخ کر کے عام قتال کی اجات باجماع دیدی گئی، مگر افضل اب بھی یہی ہے کہ ان چار مہینوں میں ابتدا بالقتال نہ کیا جائے صرف مدافعت کی ضرورت سے قتال کیا جائے اس لحاظ سے یہ کہنا بھی فی الجملہ درست ہے کہ اشہر حرم کی حرمت منسوخ نہیں، باقی ہے، جیسے حرم مکہ میں قتال کی اجازت بضرورت مدافعت دینے سے حرم مکہ کی حرمت منسوخ نہیں ہوئی، بل کہ صرف ایک استثنائی صورت پر عمل ہوا۔

(معارف القرآن ۱/۴۷۳)

ایک اور مقام پر اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آیات مذکورہ میں سے دوسری آیت اس بات پر شاہد ہے کہ اشہر حرم یعنی چار مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ محرم میں قتال حرام ہے اسی طرح قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں پوری تصریح کے ساتھ اشہر حرم میں ممانعت آئی ہے، مثلا ﴿مِنھا أَربَعَةٌ حُرُمٌ ذالک الدین القیم﴾ اور حجۃ الوداع کے معروف ومشہور خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''منھا اربعة حرم ثلاث متوالیات ورجب مضر''

ان آیات و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ چار مہینوں میں قتال حرام ہے اور یہ حرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔

اور امام تفسیر عطاء بن ابی رباح قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے باقی ہے اور بھی متعدد حضرات تابعین اس حکم کو ثابت غیر منسوخ قرار دیتے ہیں مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اور بقول جصاص فقہاء امصار کے مسلک پر یہ حکم منسوخ ہے، اب کسی مہینہ میں قتال ممنوع نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کا ناسخ کونسی آیت ہے، اس میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے فرمایا کہ ایت کریمہ ﴿قاتلوا المشرکین کافة﴾ اس کی ناسخ ہے اور اکثر حضرات نے آیت ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجتموھم﴾ کو ناسخ قرار دیا ہے اور لفظ حیث کو اس جگہ زمانہ کے میں کیا ہے کہ مشرکین کو جس مہینہ اور زمانے میں پاؤ قتل کردو اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس حکم کا ناسخ رسول اللہ ﷺ کا اپنا عمل ہے کہ خود آپ نے طائف کا محاصرہ اشہر حرم میں فرمایا اور

حضرت عامر اشعری کو اشہر حرم ہی میں اوطاس کے جہاد کے لیے بھیجا ،اسی بناء پر عامہ فقہاء اس حکم کو منسوخ قرار دیتے ہیں جصاص نے فرمایا:**وھو قول فقھاء الامصار۔**

روح المعانی نے اسی آیت کے تحت میں اور بیضاوی نے سورہ برأت کے پہلے رکوع کی تفسیر میں اشہر حرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔(بیان القرآن) مگر تفسیر مظہری میں مذکورہ تمام دلائل کا جواب یہ دیا ہے کہ اشہر حرم کی حرمت کی تصریح خود اس آیت میں موجود ہے جس کو آیت السیف کہا جاتا ہے، یعنی ﴿**ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم**﴾ (۲۶:۹) اور یہ آیت آیات قتال میں سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے ،اور خطبۂ حجۃ الوداع جو نبی کریم ﷺ کی وفات سے صرف اسی روز پہلے ہوا ہے اس میں بھی اشہر حرم کی حرمت کی تصریح موجود ہے،اس لئے آیات متذکرہ کو اس کا ناسخ نہیں کہا جا سکتا ہے اور سوال اللہ ﷺ کا محاصرہ طائف ذوالقعدہ میں نہیں شوال میں ہوا ہے اس لئے اس کو بھی ناسخ نہیں کہہ سکتے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشہر حرم میں قتال کی حرمت مطلقہ جو مذکورہ آیات سے معلوم ہوتی ہے اس میں سے وہ صورت مستثنیٰ کر دی گئی ہے کہ خود کفار ان مہینوں میں مسلمانوں سے قتال کرنے لگیں تو جوابی حملہ اور دفاع مسلمانوں کے لئے بھی جائز ہے،اتنے حصہ کو منسوخ کہا جا سکتا ہے، جس کی تصریح اس آیت میں ہے:**الشھر الحرام بالشھر الحرام الآیۃ.** (۱۹۴/۲)

تو خلاصہ یہ ہوا کہ ابتداء قتال تو ان مہینوں میں ہمیشہ کے لئے حرام ہے مگر جب کفار ان مہینوں میں حملہ آور ہوں تو مدافعانہ قتال کی مسلمانوں کو بھی اجازت ہے، جیسا کہ امام جصاصؒ نے بروایت حضرت جابر بن عبداللہ نقل کیا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کسی شہر حرام میں اس وقت تک قتال نہ کرتے تھے جب تک قتال کی ابتداء کفار کی طرف سے نہ ہو جائے۔''

(معارف القرآن:۵۱۹/۱)

دو ضروری تنبیہات:

یہاں جہاد سے متعلق دو باتوں کی تصریح اور وضاحت کر دینا بھی بے جا نہیں ہوگا۔ پہلی وضاحت یہ ہے کہ: جہاد ایک ابدی حکم اسلامی ہے اور تا قیام قیامت یہ مشروع ہے۔ آج چند لوگ لوگ ایسے ہیں جو دانستہ یا نادانستہ جہاد کی مشروعیت کا انکار کرتے ہیں جب کہ یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جہاد کی مشروعیت قیامت تک ہے۔

دوسری وضاحت یہ ضروری ہے کہ اسلام میں جہاں دفاعی جہاد مشروع ہے ، وہیں اقدامی جہاد بھی ایک اسلامی حکم ہے۔ بعض لوگ مغربیت سے مرعوب ہو کر اس بات کا انکار کرتے ہیں اور حقائق میں بے جا تاویل کر کے اس کو اسلام کی خدمت تصور کرتے ہیں، مگر حقیقت یہی ہے کہ اسلام میں اقدامی جہاد بھی ہے۔ اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم کے مقالے کا مطالعہ کرنا چاہئے جو اسی قسکے جواب میں لکھا گیا ہے اور ''فقہی مقالات'' میں شائع شدہ ہے۔ ایسے ہی حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی

کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ '' کی جلد دوم بھی اس سلسلہ میں قابل دید ہے۔

کیا ماہ رجب میں عمرہ مستحب ہے؟

ملاعلی قاری نے (الادب فی رجب :۵۱/۵۲) میں اور ان کی اتباع میں علامہ شامی نے اہل مکہ کے رجب میں عمرہ کا معمول ذکر کرکے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عمل سے اس کا استحباب ثابت کیا ہے، مگر اس پر حضرت تھانویؒ نے مقد کیا ہے، اور حضرت تھانویؒ کی بات اصول کے مطابق اور وزنی معلوم ہوتی ہے، ہم پہلے علامہ شامی کی عبارت نقل کرتے ہیں، پھر حضرت تھانویؒ کا کلام ذکر کرتے ہیں:

(تنبیہ)نقل بعضهم عن الملا علی فی رسالته المسماة الادب فی رجب سنة بان فعلها رسول الله ﷺ او امر بها ،لم یثبت،نعم روی ان ابن زبیر لما فرغ من تجدید بناء الکعبة قبیل سنعة وعشرین من رجب نحر ابلا و ذبح قرابین و امر اهل مکه ان یعتمروا حینئذ شکر الله تعالی علی ذلک ولا شک ان فعل الصحبة حجة وما ریا المسلمون حسنا فهو عند الله حسن،فهذا وجه تخصیص اهل مکة العمرة بشهر رجب .

(در المختار مع الشامی: ۲/۴۷۳)

حکیم الامت ومجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''علامہ شامی نے بعض اہل مکہ کی عادت رجب میں عمرہ کے اہتمام کے ذکر کرنے کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ یہ امر حضور ﷺ کے نہ قول سے

ثابت ہے نہ فعل سے، البتہ اس قدر مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر بناء کعبہ کی تجدیدی سے ستائیس رجب کے ذرہ قبل جب فارغ ہوئے تھے تو بطور شکر یہ کچھ جانور بھی ذبح کئے گئے تھے اور اہل مکہ کو عمرہ کرنے کے لئے فرمایا تھا اور صحابہ کا فعل بھی حجت ہے۔ (شامی:۲/۲۴۵) احقر عارض ہے کہ بلکہ رجب میں حضور ﷺ کے عمرہ کرنے نفی صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں فرمایا۔(مسلم:۱/۴۰۹)

اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے فعل کا اتباع تین امر پر موقوف ہے ،ایک یہ کہ سند اس قصہ کی صحیح ہو تو وہ غیر معلوم۔دوسرے یہ کہ عقائد عوام میں غلو نہ ہو جاوے اور ہمارے وقت میں غلو شاہد ہے۔تیسرے یہ کہ مقصود ابن الزبیرؓ کا اس پر استدامت ہو اور اس کا دعویٰ محض بلا دلیل ہے ۔وہ خاص اسی وقت کے ساتھ متعلق تھا کہ تازہ نعمت ظاہر ہوئی تھی اس پر دوام ایک گونہ عید منایا ہے جس غیر مشروع ہونا وعظ السرور میں مفصل ومدلل مذکور ہے''

(سال بھر کے مسنون اعمال:۱۶)

ماہِ رجب کی بدعات

لوگوں نے جہاں دوسرے مواقع پر مختلف مناسبتوں سے بدعات گھڑ رکھی ہیں ،وہیں مختلف مہینوں میں بھی مختلف بدعات کو ایجاد کر کے معاشرہ میں رواج دیا ہے؛ حالانکہ بدعت اللہ کے دین کے ساتھ بغاوت ہے،در پردہ اس میں نقص وکمی کا دعوی ہے۔اوراس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بلکہ اسی طریقہ میں بھلائی، خیراور اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی رضامندی ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے سکھایا اور حضرات صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی علیھم نے آپ ﷺ سے سیکھ کر کیا ہے۔لھذا بدعات سے پرہیز کرنا چاہئے ،اور ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا اہتمام کرنا چاہئے ۔انہیں بدعات میں سے ماہ رجب سے متعلق بھی چند بدعات لوگوں میں رائج ہیں۔ان پر ہم فردا فردا بحث کریں گےاور بتائیں گے کہ شریعت کے نظر میں ان کی کیا حقیقت ہے۔

ماہ رجب میں درج ذیل بدعات ومحدثات پائی جاتی ہیں:

☆ کونڈوں کی رسم

☆ ستائیس رجب کی شب میں عبادت کی تخصیص

☆ ستائیس رجب کا روزہ

☆ صلاۃ المعراج یا صلاۃ الرغائب

☆ رجب یا تبارک کی روٹیاں

کونڈوں کی رسم

ماہ رجب کی بدعات میں سے ایک بڑی ہی خطرناک بدعت ''کونڈوں کی رسم'' ہے جسے ''کندوری'' بھی کہا جاتا ہے اور ہمارے علاقوں میں اسے ''پور کی فاتحہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ یہ فاتحہ دراصل حضرت جعفر صادقؒ کے نام کی ہے کو آپ کی پیدائش کے دن منائی جاتی ہے۔اس میں بہت ساری اعتقادی اور عملی خرابیاں ہیں۔اور اس بدعت کے لئے طرح طرح کی قیودات لگائی جاتی ہے جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔اور لوگوں کو متاثر کر نے کے لئے لکڑہارے کی ایک داستان بھی گھڑ لی گئی ہے۔اور اس میں بڑی خطرناک بات یہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ کی پیدائش پر نہیں بلکہ حضرت معاویہ کے انتقال کے دن آپؓ کے انتقال کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔نعوذ باللہ منہ۔یہ دراصل شیعوں کی سازش ہے۔یہ بدعت ہمارے علاقوں میں بھی بعض لوگ کرتے ہیں اور ''نیاز نامہ حضرت جعفر صادقؒ'' کے نام سے لکڑہارے کی منگھڑت داستان بھی خوب چلتی ہے،لہذا آیئے اس سلسلہ میں غور کریں اور حقیقت تک پہونچیں۔وباللہ التوفیق۔

کونڈوں کی رسم،عوام کی نظر میں:

اس ماہ کی بائیس تاریخ کو بعض مسلمان شیعوں کی تقلید میں کونڈوں کی رسم مناتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس دن حضرت جعفر صادق پیدا ہوئے اس کی خوشی

میں ہم یہ رسم مناتے ہیں۔اوران لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے بگڑی بن جاتی ہے ،مسائل حل ہو جاتے ہیں،اوراگر کوئی اس کا نکار کرے یا مذاق اڑائے تو اس پر آفات وبلیات ،مصائب و پریشانیاں آگھیر لیتی ہیں۔اوراس میں بہت سے قیودات بھی لگائی جاتی ہیں۔مثلا:

(۱)اس کے کرنے سے مرادیں بر آنے اور مصائب کے ٹلنے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔

(۲)اس کو حضرت جعفر صادق کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ اس کے کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے،اوراس سے مرادیں بر آنے کی ضمانت لی ہے

(۳)حضرت جعفر صادق کے نام کی نظر کی جاتی ہے جو کہ نظر لغیر اللہ ہے

(۴)اس کے لئے وضواور غسل کی پابندی لگائی جاتی ہے

(۵)اس دن لکڑ ہارے کی داستان پڑھی جاتی ہے، جو کہ منگھڑت ہے

(۶)کھیر پوری کی قید لگائی جاتی ہے

(۷)اس کو جہاں فاتحہ ہو وہی کھلایا جاتا ہے اور باہر کہیں لے جانے سے منع کیا جاتا ہے

(۸) کھانے کے بعد ہاتھ دھلا کر اس پانی کو کسی جگہ دفن کیا جاتا ہے یوں ہی پھینک دینے کو برا سمجھا جاتا ہے

(۹)اس دن گوشت کھانے اور بنانے منع ناجائز سمجھا جاتا ہے، بلکہ صرف کھچڑا بنانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔وغیرہ وغیرہ

لکڑ ہارے کی عجیب وغریب اور منگھڑت داستان:

اس میں لکڑ ہارے کی عجیب وغریب اور منگھڑت داستان گھڑ لی گئی ہے جو اسد مو

قع پر پڑھی جاتی ہے۔ ''نقل کفر کفر نہ باشد'' کے تحت اس داستاں کو''نیاز نامہ حضرت امام جعفر صادقؒ'' اور حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ کی کتاب ''کندوری'' سے اختصار کر کے نقل کرتا ہوں:

مدینہ منورہ میں یک لکڑ ہارا رہتا رہا، جو بڑا ہی تنگ دست اور پریشان حال تھا، ایک دن اس نے مدینہ سے کہیں دور دراز علاقہ کا رخ کیا، تا کہ اس کے مسائل حل ہو جائیں، مگر پردیس جانے کے باوجود کوئی حل نہیں نکلا اور وہ یوں ہی روزی کی تلاش میں بھٹکتا رہا ادھر بے چاری اس کی بیوی اپنا الوسید ھا کرنے کے لئے ایک وزیر کے محل میں ملازمہ ہو گئی۔ ایک دن وہ محل میں جھاڑو دے رہی تھی کہ ادھر سے حضرت جعفر صادقؒ کا گزر ہوا، اور آپ نے پنے ساتھیوں سے پوچھا کہ آج کیا تاریخ ہے؟ جواب ملا کہ ۲۲ رجب ہے، تو آپ نے فرمایا کہ: سنو اس تاریخ کی بڑی فضیلت ہے، اگر کوئی برگشتہ قسمت گردش روزگاہ سے کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو یا رزق کی تنگی نے اسکو دبا رکھا ہو یا اسکی کوئی حاجت ایسی ہو جو پوری نا ہو تو اسکو چاہئے کہ (۱) ۲۲ رجب کو نہا دھو کر پاک ہو

(۲) بازار سے ایک نیا کونڈا خرید کر لائے (۳) گھی میں خستہ پوریاں تل کر کونڈے میں بھر دے (۴) پاک جگہ ساف ستھری چادر بچھا کر پوریوں کا کونڈا اسپر رکھ دے (۵) اور پوری عقیدت کے ساتھ میرے نام کا فاتحہ پڑھے اور میرا وسیلہ پکڑ کر خدا سے دعا کرے (۶) اس عمل سے ہر مشکل دور ہو جائیگی اور ہر حاجت دم کے دم میں پوری ہو جائیگی (۷) اگر اس عمل کے بعد بھی مراد پوری نا ہو تو قیامت کے دن

میرا دامن پکڑ کر مجھ سے باز پرس کر سکتا ہے۔

یہ گفتگو لکڑ ہارے کی بیوی سن رہی تھی جس اس نے یہ بات سنی تو مذکورہ پابندیوں کے ساتھ نہا دھو کر بڑی ہی عقیدت کے ساتھ کونڈے بھرے۔

ادھر بیچارہ لکڑ ہارا لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اچانک کلہاڑی ہاتھ سے چھوٹی اور زمین پر گری کلہاڑی زمین پر گری تو اندازہ ہوا کہ زمین کھوکھلی ہے، لہذا وہ زمین کھودنے اکیا دیکھتا ہے کہ وہاں شاہی خزانہ مدفون ہے ،وہ بیچارہ خوشی خوشی خزانہ لے کر گھر پہونچا یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دراصل فاتحہ کی برکت تھی ۔**نعوذ با الله من هذه الهفوات الشيطانية.**

داستان کا یہ جزء اس رسم کی افادیت لوگوں کے دل میں بٹھانے کے پیش نظر کھڑا گیا ہے۔

داستان کا دوسرا جزء

اب اس کا انکار کرنے یا مذاق اڑانے والوں کی تھدید و تنذیر کے لئے درج ذیل جزء کھڑا اہے۔ملاحظہ ہو:

اس انقلاب کی خبر وزیر کی بیوی کو پہنچی تو اس نے لکڑ ہارے کی بیوی کا مذاق اڑایا اور کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ تیرے شوہر نے چوری،ڈاکہ زنی یا کسی اور طریقہ سے یہ مال حاصل کیا ،تو اس کے اس مذاق وانکار کے نتیجہ میں وزیر پر مصیبت آپڑی اور کسی وجہ سے بادشاہ وزیر سے ناراض ہو گیا اور اس کو مع اہل وعیال جلاوطن کر دیا اور اس کے پاس جو

کچھ تھا سب ضبط کرلیا۔

مجبوراوہ نکلااور یہاں یہ واعہ پیش آیا کہ بادشاہ کا بیٹا جو شکار کے لئے گیا ہوا تھاوہ رات کو واپس نہیں آیا بادشاہ کے سامنے یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا کہ جس راستہ پرشہزادہ شکار کے لئے گیا ہوا تھااسی راستہ سے وزیر کا گذر ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ اسی اسے قتل کردیا ہو۔ چناچنہ بادشاہ نے وزیر کی گرفتاری کا حکم دیا اس کو پکڑلایا گیا، بادشاہ نے اس سے شہزادے سے متعلق تفتیش کرتے ہوئے اس کا رومال جس میں اس نے خربوز رکھے ہوئے تھے کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خزبوشہزادے کے سر سے بدل چکا ہے،اب یہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے ،اچانک وزیر کی بیوی کے ذہن میں آیا کہاس نے حضرت جعفر صادقؓ کے نام کی فاتحہ کا مذاق اڑایا تھا اس نے اپنے شوہر سے اس کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ تم نے بڑی نادانی کی ہے میرا تو خیال یہ ہے کہ یہ اسی کا وبال ہے جو ہم پر شاہی عتاب کی شکل میں نازل ہوا ہے۔بیگم اٹھو دل سے توبہ کرواور پوری عقیدت سے عہد کرو کہ اگر اس مصیبت سے نجات مل جائے تو میں شاندار طریقہ سے کونڈا بھروگی اور کھیر پوری کا فاتحہ کرو گی، چنانچہ اس نے توبہ کی اور عزم کیا۔

صبح یہ ہوا کہ شہزادہ صحیح سالم زندہ محل میں موجود ہے،اور جہاں شہزادہ کا کٹا ہوا سر تھا وہاں خربوزہ ہے۔بادشاہ نے وزیر سے حقیقت حال معلوم کی تو اس نے یہ کہا کہ میری بیگم سے بڑی بھاری غلطی ہوگئی تھی اور پوری داستان سنائی،جس سے باد بے حد متاثر ہوا اور اس وزیر کو اپنے منصب پر بحال کردیا اس کے بعد وزیر کی بیوی نے فاتحہ کی اور ہر سال

کرنے لگی ۔نعوذ با اللہ من ھذہ الھفوات الشیطانیۃ

چند قابل غور نکات:

کونڈوں کی اس رسم وبدعت اوراس کے اصل کے طور پیش کی جانے والی مذکورہ داستاں میں بنیادی طور پر چند باتیں قابل غور ہیں وہ یہ ہیں کہ:

شریعت کی روشنی میں یہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا شریعت میں اس طور پر اوران قیودات کے ساتھ کسی کے نام کی فاتحہ منانے کی گنجائش ہے؟ اگر اس کا انتساب حضرت جعفر صادقؒ کی طرف کیا جاتا ہے تو کیا حضرت جعفر صادقؒ کے دور سے یہ عمل تواتر کے ساتھ امت مین چلا آیا ہے؟ حضرت جعفر صادقؒ کی جانب اس داستاں عجیب کی نسبت کی جاتی ہے،اور یہ بات تاریخ سے تعلق رکھتی ہے،تو کیا اس کا ثبوت تاریخ کی کسی کتاب سے ثابت ہے یا صرف انہیں بے ہودہ لوگوں کی بے ہودہ کتابوں میں اس کوجگہ حاصل ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ کسی دشمن کی سازش ہوجس کا جاہل مسلمان شکار ہو چکے ہیں؟

یہ بنیادی طور پر چند سوالات ہیں جن پر غور کرنے سے اس کی حقیقت واشگاف ہوجاسکتی ہے۔لہذا آیئے ان نکات پرغور کریں تا کہ حقیقت تک ہمارر سائی ہوجائے ۔واللہ الموفق

مذکورہ داستان عقل وتاریخ کے آئینہ میں

اوپر جو داستان نقل کی گئی ہے وہ دراصل عوام کے مزاج کو سامنے رکھ کر گھڑی گئی ہے کہ ایک لکڑ ہارا جو سب سے بڑا غریب اور پریشان حال ہوتا ہے اس کو آن کی آن میں خوش حال اوقر مالدار بنا کر پیش کر دیا گیا ہے بہر حال ہ داستان نہ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً اس لئے کہ تاریخ وتراجم کی کتابوں میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے اور کیسے دستیاب

ہو جائیں گی جب کہ یہ واقعی اور اس کے مختلف اجزاء بتا رہے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مثلاً

اس میں مدینہ منورہ کے بادشاہ اور اس کے وزیر کا ذکر ہے جب کہ ابتدائے اسلام سے لے کر کبھی وہاں کوئی بادشاہ نہیں رہا ہے اور حضرت جعفر صادقؒ کی پیدائش ۸رمضان المبارک سنہ ۸۰ھ کو مدینہ میں ہوئی اور وفات ۱۴۸ھ میں وہیں ہوئی باون (۵۲) سال تک کا عرصہ بنوامیہ کی خلافت کا ہے جس کا دارالسلطنت دمشق رہا پھر سولہ سال خلافت عباسیہ کا زمانہ ہے جس کا دارالسلطنت بغداد رہا جب دارالسلطنت کوئی دوسرا تھا تو پھر بادشاہ اور وزیر یہاں کیسے آ گیا؟ جب کہ اس کے بعد بھی کبھی وہاں کوئی وزیر رہا نہ کوئی بادشاہ۔

(کندوری:۲۴)

ایسے ہی اس میں فاتحہ کا جو طرز وطریقہ بیان کیا گیا ہے جس میں کونڈوں وغیرہ کی قید اور اس کا اس کام کے کرنے سے تمام حاجات کے پورے ہو جانے کی پوری یقین دہانی اور اگر کسی کی مراد پوری نہ ہو تو حشر میں آپ کا دامن پکڑ لینے کی بات وغیرہ یہ تمام بے ہودہ باتیں ایک عام مسلمان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان کا سبط رسول حضرت جعفر صادقؒ جیسے خدا رسیدہ اور ولی اللہ کی جانب انتساب کیا معنی رکھتا ہے؟ ایسی بے ہودہ باتیں جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں آل رسول کا ایک ممتاز فرد کیسے کہہ سکتا ہے؟

لہٰذا اس پر کسی طویل کلام کی ضرورت نہیں بس اتنا کافی ہے کہ منگھڑت اور بے ہودہ باتیں ہیں جو نہ عقلاً ٹھیک ہے نہ نقلاً

کیا ۲۲؍رجب حضرت جعفر صادقؒ کی تاریخ پیدائش ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ کی اس مہینہ میں پیدائش نہیں ہوئی بلکہ آپ کی پیدائش سنہ ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور مہینے اور تاریخ میں اختلاف بھی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں دو قول ہیں جن میں سے کوئی قول ۲۲؍رجب کا نہیں ہیں ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۸؍رمضان کو ہوئی وفیات الاعیان میں ہے:

وكانت ولادته سنة ثمانين للهجرة وهي سنة سيل الجحاف وقيل بل ولد يوم الثلاثاء قبل طلوع الشمس ثامن شهر رمضان سنة ثلاث و ثمانين .

(وفيات الاعيان: ۱/۳۲۷)

دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۷؍ربیع الاول کو ہوئی۔

(دیکھئے: تاریخ ائمہ: ۱۳۷: بحوالہ جواہر شریعت ۲/۳۵۲)

تو حضرت جعفر صادقؒ کی پیدائش یا تو رمضانمیں ہوئی یا ربیع الاول میں لہٰذا ان حضرات کا یہ کہنا کہ ۲۲؍رجب میں آپ کی پیدائش ہوئی محض دھوکہ دہی اور فریب دہی ہے۔

یہ درحقیقت ایک شیعی سازش ہے

بلکہ ۲۲؍رجب تو حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے اس کی وضاحت مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے ملاحظہ ہو:

علامہ ابن حجر اسقلانیؒ نے "**الاصابہ فی تمیز الصحابہ**" (۶/۱۲۲) میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے "سیرۃ الصحابہ" (۶/۸۰) میں علامہ تبریزی نے "**الاکمال فی اسماء الرجال**" (۹۹ ملحقہ مرقاۃ) میں علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے

"تطهیر الجنان ملحقه الصواعق المحرقه" (۳۵۰) میں اور مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ نجیب آبادیؒ نے "تاریخ اسلام" (۴۴/۲) ۲۲/تاریخ ہونے کی بھی صراحت کے ساتھ ایسے ہی "الاستیعاب" (۴۴۵/۱) اور "تاریخ طبری" (۲۶۱/۳) میں ماہ رجب کے نصف یا ۲۲/رجب میں ہونے کے اختلاف کے ساتھ "ثقات ابن حبان" (۳۷۳) نص رجب ان تمام کتب میں حضرت معاویہؓ کے ماہ رجب میں وفات کے ہونے کی صراحت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ شیعت کی ایک سازش ہے کہ وہ حضرت جعفر صادق کی فاتحہ کی آڑ میں صحابی رسول حضرت معاویہؓ کی فات کے دن خوشی مناتے ہیں اس لئے کہ ماہ رجب کی بائیس تاریخ کو حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا تھا تو اس خوشی میں شیعہ یہ رسم مناتے ہیں اور ان کے مسلک کے مطابق تقیہ کر کے اس کو حضرت جعفر کی فاتحہ قرار دیتے ہیں (بعوذ باللہ) اس لیے شیعہ تمام صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں اور حضرت معاویہؓ سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ عداوت رکھتے ہیں۔لہٰذا ان لوگوں نے آپؓ کی وفات پر خوشی منانے کے لیے آپ کے وفات کے دن یہ بدعت ایجاد کی اور خوف کے مارے چھپا کر شروع کیا اور چھپے چھپے بھی اس دن کنڈوریاں بنا کر کھاتے تھے اور خوشی مناتے تھے لیکن جب یہ بات عام ہوگئی تو اس دن کو حضرت جعفر صادقؒ کی پیدائش کا دن باور کروا کر،اس کو انہیں کے نام کی فاتحہ قرار دے دیا۔اور اس پر مستزاد یہ کیا کہ لکڑ ہار کی داستاں جو اوپر گذری گھڑ کر لوگوں کو مزید اس قبیح حرکت کی جانب متوجہ کیا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ بہت ست بھولے بھالے مسلمان بھی اس کو بڑھ اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور کبھی اس پر غور نہیں کرتے کہ آخر ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا اس کا ثبوت بھی موجود ہے کہ نہیں؟ شریعت کے مزاج سے یہ میل کھاتا ہے

کہ سراپا خلاف شریعت ہے؟ اس پر غور کرتے ہی نہیں، لہٰذا ایسے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ان پہلوؤں پر غور فرمائیں اور اس بدعتِ شیعہ سے باز رہنے کی پوری کوشش کریں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس سے بچانے کی جد و جہد کرے۔

متعدد علما نے اپنی کتابوں میں اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ شیعی سازش ہے جیسے: فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ ''فتاویٰ محمودیہ'' (۵/۴۹۳) میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ نے ''احسن الفتاویٰ'' (۱/۳۶۷) میں، ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب نے ''جواہر شریعت'' (۲/۳۵۴) میں، حضرت مولانا عبد المجید صاحب باقویؒ نے اپنی کتاب ''کندوری'' (۲۹) میں وغیرہ۔

یہاں احسن الفتاویٰ سے ایک فتویٰ نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کے ۲۲/رجب کو کونڈا کرنے کی رسم کا کیا حکم ہے؟ اور شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب: کونڈوں کی مروج (رسم) دشمنان صحابہؓ نے حضرت معاویہؓ کے وفات پر اظہار مسرت کے لئے ایجاد کی ہے۔ ۲۲/رجب، حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے (طبری، استیعاب) ۲۲/رجب کو حضرت جعفرؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ ان میں ان کی ولادت ہوئی نہ وفات حضرت جعفرؒ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ورنہ

درحقیقت یہ تقریب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب و خائف تھے اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرنی علانیہ نہ تقسیم کی جائے تا کہ راز فاش نہ ہو بل کہ دشمنان حضرت معاویہؓ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اسی جگہ شیر نہ کھانے کہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اسی طرح اپنی خوشی اور مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب اس کو چرچہ ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالاں کہ یہ سب من گھڑت ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بل کہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔**واللہ الھادی الی سبیل الرشاد**

(احسن الفتاویٰ: ۱/۳۶۷)

اس بدعت نے کب، کہاں اور کس سے جنم لیا؟

یہ رسم کوئی زیادہ پرانی نہیں ہے بل کہ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں اس کی ایجاد ہوئی ہے چنانچہ سب سے پہلے داستان عجیب کے نام سے ایک کتاب جس میں لکڑ ہارے کی کہانی تھی خورشید احمد مینائی نے ۱۹۰۶ء میں رامپور میں چھپوا کر عام کیا پھر والی رامپور نواب حامد علی خان نے اس کی ترویج میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا جس کے نتیجہ میں یہ خطرناک بدعت بڑی تیزی سے پھیل گئی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ویلوریؒ نے کئی علما کی تصریحات نقل فرمائی ہیں، میں یہاں پر ایک عبارت

نقل کرتا ہوں:

مولانا حکیم عبدالغفور ہشیار آنولوی بریلوی اپنی ایک تحقیقی مقالہ ''رجب کے کونڈے'' میں انکشاف کرتے ہیں۔

> کونڈوں کی کتاب ''داستان عجیب'' کو سب سے پہلے رحوم امیر مینائی کے صاحب زادے خورشید مینائی نے ۱۹۰۶ء میں رامپور میں چھپوا کر تقسیم کرایا تھا والی رامپور نواب حامد علی خان نے داستان عجیب کی اشعت اور کونڈوں کی عام ترویج پر گہری دلچسپی کا اظہار کیا تھا پس '' الناس علی دین ملوکھم'' کے تحت اور نواب کی رضاجوئی کی خاطر رامپور کے سنی مسلمانوں نے بھی اس زمانہ میں اس رسم کو اپنانا شروع کر دیا تھا پھر یہ رسم رامپور سے لکھنؤ پہونچی ۱۹۱۱ء تک اس روز افزوں ترقیات کے ساتھ پورے اودہ، روہیل کھنڈ اور دوسرے مقامات پر پھیلاؤ شروع ہو گیا۔
>
> (صحیفۂ اہل حدیث: ۱۴/ اگست ۱۹۶۴ء بحوالہ: کندوری: ۲۰)

شیعہ شنیعہ کی صحابہ کرام کی عداوت:

یہ در اصل شیعوں کی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے ساتھ دشمنی کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ وہ تمام صحابہ کرامؓ سے بے حد بغض رکھتے ہیں۔ ان کے زعم فاسد میں خلافت کے پہلے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور چوں کہ آپؓ چوتھے خلیفہ بنے اور آپؓ سے پہلے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلیفہ رہے، تو یہ کہتے ہیں کہ اس بناء پر تمام صحابہ کرامؓ (نعوذ باللہ) کافر ہیں۔ اور خود حضرت علی نے بھی ان تین خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مخالفت نہیں کی اس لیے اس

عمل کی وجہ سے ان لوگوں کے نزدیک حضرت علی بھی کافر ہیں۔

الغرض شیعہ شنیعہ حضرات صحابہؓ سے بغض رکھتے ہیں اور چوں کہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جنگ ہوئی تھی اس لیے حضرت معاویہ سے تو اور زیادہ بغض رکھتے ہیں چنانچہ اسی بغض وعداوت کا نتیجہ یہ کونڈوں کی رسم بھی ہے کہ آپ کی وفات کے دن خوشی مناتے ہیں (نعوذ باللہ منہ) حالاں کہ حضرت معاویہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور آپ کی اسلام کے لیے بڑی زبردست خدمات ہیں آپ کاتبین وحی میں سے ہیں اور آپ کے بہت سے فضائل ہیں جس لیے علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کی **تطهير الجنان واللسان** اور اردو میں حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی کی کتاب ''حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق'' دیکھنا چاہیے۔

اسی لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان کی اندھی تقلید نہ کریں بل کہ بصیرت سے کام لیں اس لیے کہ مسلمان کی شان اندھی تقلید نہیں بل کہ تحقیق ہے۔

حاصل کلام:

حاصل کلام یہ ہے کہ رسم اور بدعت حضرت جعفر صادقؒ کی فاتحہ کی آڑ میں کاتب وحی حضرت معاویہؓ کی وفات پر خوشی منانے کے لیے شیعہ شنیعہ نے ایجاد کیا تھا جو بڑی ہی خطرناک سازش ہے مگر چند بھولے بھالے مسلمان بھائی بھی اس میں لاعلمی کی وجہ سے اس کو آج اپناتے ہیں لہٰذا ایسے مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ ماضی کے کیے پر توبہ کرتے ہوئے اس کو ترک کردیں۔

میں اس بحث کو دارالعلوم کراچی کے مفتی حضرت مولانا مفتی صابر صاحب کی اس تنبیہ ختم کرتا ہوں۔

''برادران وطن اہل سنت والجماعت کو اس رسم سے دور رہنا چاہیے

اور اپنے دوسرے بھائیوں کو اس رسم کے پاس بھٹکنے نہ دیں نہ خود اس رسم کو بجالائے اور نہ اس میں شرکت کر کے دشمنانِ حضرت امیر معاویہؓ کی خوشی میں شریک ہو کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں''۔

(کندوری:۳۲)

ستائیس رجب کو عبادت کے لیے خاص کرنا

ماہ رجب کی بدعات میں ایک عبادت کے لیے ستائیس رجب کی تخصیص بھی ہے جس میں التزام کے ساتھ معراج کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور ایسے ہی دیگر پروگرام اور بیانات وغیرہ ہوتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ روشنی کا انتظام وغیرہ جو خرافات طاق راتوں وغیرہ میں کی جاتی ہیں اس میں بھی ہوتے ہیں حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور دیدر اسلاف امت سے اس کے اہتمام کا کسی سے ثبوت نہیں یہ بدعت بھی آہستہ آہستہ لوگوں میں عام ہوتی جارہی ہے لہٰذا آیئے اس کا بھی تفصیلاً جائزہ لیں اور حقیقت حال کا پتہ لگائیں۔

ستائیس رجب میں اہتمام عبادت کی وجہ، اس شب کو منانے والوں کی نظر میں:

رجب کی دوسری بدعت یہ ہے کہ لوگ ستائیسویں شب کو مساجد میں جمع ہوتے ہیں اور واقعہ معراج کا تذکرہ کرتے ہیں اسی طرح اس رات کو شب قدر کی طرح اہتمام سے مناتے ہیں، عبادات کرتے ہیں، مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں اور اجتماعی طور پر عبادت کرتے ہیں، مگر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اس تخصیص کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس رات میں اللہ نبی ﷺ کو معراج کروائی گئی اس لیے اس میں عبادت کرتے ہیں ۔ آیئے اس عبادت کا بھی تفصیل

سے جائزہ لیتے ہیں، تا کہ اس کا بدعت ہونا آشکارہ ہو جائے۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''مثلاً ۲۷رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شب معراج ہے اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شب قدر گزاری جا ہے اور جو فضیلت شب قدر کی ہے کمو بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی کاتی ہے، بل کہ میں تو ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا کہ، شب معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے''۔

(اصلاحی خطبات:۱/۴۱)

چند قابل غور باتیں:

اس بدعات کے تعلق سے بھی چند باتیں قابل غور ہیں جن پر غور وفکر سے بات اچھی سمجھی جاسکتی ہے کہ اس کی شریعت اسلامیہ کی نظر مین حقیقت اور حیثیت ہے۔وہ باتیں یہ ہیں:

کیا ستائیسویں رجب حتمی طور پر شن معراج ہے یا اختلاف ہے؟ اختلاف ہے تو راجح قال کیا ہے؟ اور اس اختلاف کے باوجود محض ۲۷ر پر رجب کی تخصیص کہاں تک صحیح ہے؟ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو کی اس رات کی عبادت کے لیے تخصیص کا حکم شریعت نے دیا ہے؟ شب معراج کے وقوع کے بعد نبی کریم ﷺ کئی سال زندہ رہے تو اس دعر میں آپ کا کیا معمول تھا اور پھر خلفاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہ کا کیا معمول تھا؟

یہ چند بنیادی سوالات ہیں جن کی تحقیق سے مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔آیئے ان پر غور کرتے ہیں:

شب معراج کی تعیین میں اختلاف:

حقیقت یہ ہے کہ شب معراج کے وقوع کی تاریخ ہی میں اختلاف ہے کہ کس سال اور پھر کس ماہ میں پیش آیا چنانچہ کس ماہ میں پیش آیا اس سلسلے میں پانچ اقوال ملتے ہیں۔(۱) ربیع الاول (۲) ربیع الآخر (۳) رجب (۴) رمضان (۵) شوال۔ یہ اختلاف اکثر شروح حدیث، کتب سیرت اور کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ مثلاً دیکھئے :''فتح الباری'' باب المعراج (۲۴۳/۷)''سیرۃ المصطفی''(۲۸۸/۱)''شرح الاسراء والمعراج للسیوطی''(۳۶)

علامہ آلوسیؒ''روح المعانی''میں لکھتے ہیں:

وکذا اختلف فی شھرہ ولیلتہ فقال النووی فی الفتاویٰ: کان فی شھر ربیع الاول وقال فی شرح مسلم تبعاً للقاضی عیاض :انہ فی شھر ربیع الآخر وجزم فی الروضۃ بانہ فی رجب ،وقیل: فی شھر رمضان وقیل: فی شھرشوال وکان علی ما قیل اللیلۃ السابعۃ والعشرین من الشھر.

(روح المعانی: ۱۰/۹)

زرقانی شرح مواہب میں ہے:

ولما کان فی شھر ربیع الاول او آخر او رجب او رمضان او شوال اقوال خمسۃ.

(زرقانی : ۶۷/۲ باب وقت الاسراء)

ان تمام اقوال میں سے لوگوں میں مشہور تو ۲۷/ ہی رجب کا قول ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی تعین نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ حضرات علما میں سے کسی

نے کسی قول کو اور کسی نے کسی کو ترجیح دی ہے۔

شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل مقدسی ابوشامہؒ نے تو ۲۷؍رجب کے قول کو عین کذب قرار دیا ہے۔

ذکر بعض القصاص ان السراء کان فی رجب وذلک عند اهل التعدیل ولتجریح عین الکذب .

بعض قصہ نگاروں نے یہ ذکر کیا ہے کہ اسراء ومعراج رجب میں پیش آیا مگر یہ قول اہل جرح والتعدیل کے نزدیک عین کذب یعنی سراسر جھوٹ ہے۔

(الباعث علی انکار البدع والحوادث: ۱؍۷۴)

حضرات تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے ما ثبت بالسنہ میں اس تاریخ کو (۲۷؍رجب کو) وقوع معراج کا انکار کیا ہے۔

(مسنون اعمال: ۱۵)

الغرض اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس ماہ میں ہوئی اور بعض علما نے ۲۷؍رجب کے قول قبول بھی نہیں کیا لہٰذا صرف ماہ رجب کے سلسلے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ اس میں واقعہ معراج پیش آیا اور دیگر چار مہینوں کو چھوڑ دینا نہ عقلاً ٹھیک ہے اور نہ نقلاً۔

اس اختلاف کی حکمت:

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ من جانب اللہ اس کا یہ انتظام ہوا کہ اس کی تاریخ کو محفوظ نہیں رکھا گیا تا کہ اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آجائے کہ یہ رات عبادت کے اعتبار سے شرعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور اگر یہ رات شرعی طور پر عبادات کے لیے اہمیت رکھتی تو حضرات صحابہؓ اس کی تاریخ اور ماہ کو محفوظ رکھتے مگر صحابہؓ نے

اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ شرعاً اس میں کوئی مخصوص عبادت نہیں ہے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷/رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیوں کہ اس بات میں مختلف روایتیں ہیں بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول میں تشریف لے گئے تھے بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے اس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی رات صحیح معنی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔

اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ اگر شب معراج میں شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کو خاص احکام ہو تے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چوں کہ اس تاریخ کو محفوظ رکے کا اہتمام نہیں کی گیا تو اب یقینی طور سے ۲۷/رجب کو رجب قرار دینا درست نہیں''۔

(اصلاحی خطبات: ۱/۴۱-۴۲)

شب معراج منانے والوں سے ایک سوال

یہاں شب معراج منانے والوں سے یہ سوال ہے کہ اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ واقعہ معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں پانچ اقوال

ہیں تو پھران پانچ مہینوں میں سے صرف ماہ رجب ہی کا انتخاب کیوں؟ دیگر مہینوں اور تاریخوں میں اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا؟ کیا اس میں کوئی خصوصیت اور حکمت ہے اور اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ عقل کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان پانچوں مہینوں میں عبادت کا اہتمام کیا جائے کیسا کہ رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کے پانے کے لیے پانچوں طاق راتوں میں اہتمام کیا جاتا ہے اس کا جواب ان حضرات کے پاس کچھ نہیں ہے سوائے خاموشی کے اس سے خود یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ ایک غیر اسلامی عمل یعنی بدعت ہے، اس لیے کہ شریعت اسلامی میں کوئی ایسا بے تکا حکم نہیں دیا جاتا لہٰذا جو حضرات اس میں مبتلا ہیں انہیں چاہیے کہ اس سے باز آئیں اور شریعت کے مسائل میں بھی اپنی عقل کا استعمال کریں جیسا کہ اپنے دنیاوی مسائل کے لیے کرتے ہیں۔

اصل شب معراج بلاریب ایک عظیم رات ہے:

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ جس سال معراج کے لیے تشریف لے گئے، جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا قرب خاص نصیب ہوا، نمازوں کا تحفہ ملا، اور دیگر فضائل کا اظہار کیا گیا وہ رات یقیناً نبی کریم ﷺ اور امت کے لیے بڑی ہی عظیم الشان اور عظیم المرتبت ہے، جس کی عظمت اور فضیلت کا کوئی انکار نہیں کرتا، چنانچہ علماء نے یہ کہا ہے کہ جس سال آپ ﷺ کو معراج نصیب ہوئی وہ شب، شب قدر سے بھی افضل ہے۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے:

وهی علی ما نقل السفيری عن الجمهور أفضل الليالی حتی ليلة القدر مطلقاً ،وقيل هی افضل بالنسبة الی النبی

ﷺ وليلة القدر أفضل بالنسبة إلى النبي ﷺ وليلة القدر أفضل بلنسبة إلى أمته عليه الصلاة والسلام ،ورد بأن ما كان إلى أمته عليه الصلاة والسلام فهى أفضل مطلقاً .نعم لم يشرع التعبدفيها و التعبدفي ليلةالقدرمشروع إلى يوم القيامة .والله تعالى أعلم بالصواب.

(روح المعانی:۱۰/۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷/رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گیے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا تھا اور جس میں اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقام قرب عطا فرما تھا اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا اور امت کے لیے نموں کا تحفہ بھیجا، بے شک وہ رات بڑی عظیم الشان تھی کسی مسلمان کو اس کی عظمت میں کی شبہ ہوسکتا ہے''

(اصلاحی خطبات:۴۲/۱)

مگر اس رات کی اتنی عظمت وفضیلت کے باوجود ہر سال آنے والی یہی رات کوئی خاص فضیلت نہیں رکھتی اس لیے کسی چیز میں فضیلت اور تقدس اللہ تعالی کی جانب سے رکھی جانے والی چیز ہے، جس کے جاننے اور پہچاننے کے لیے کوئی اصول یا آلہ و پیمانہ نہیں کہ ہم اس کی روشنی میں چیزوں کی فضیلت و بشرگی متعین کریں یا بالفاظ دیگر ہم مختلف اشیاء کو فضیلت و بزرگی تسقیم کرتے پھریں، بل کہ یہ بات شریعت سے تعلق رکھتی ہے اور شریعت کی جانب سدیگر جملہ احکام کی طرح اس کی بھی رہنمائی موجود

ہے کہ کونسی تاریخ، کونسا دن، کونسا وقت اور کونسی گھڑی فضیلت و بزرگی کی حامل ہے؟ لہٰذا شریعت اسلامیہ نے جسے جو مقام عطا کیا ہے اسے اسی مقام پر رکھنا شریعت کا تقاضا ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شریعت اسلامیہ میں ہر سال آنے والی اس رات کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہے لہٰذا اس رات کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا شریعت کا حکم نہیں ہے بل کہ نفسانی حکم ہے۔

اس رات میں خصوصی اہتمام عبادت ثابت نہیں: تصریحات علماء

جب یہ بات ذہن نشیں ہو گئی کہ اس رات کی کوئی فضیلت ثابت نہیں تو یہ فلسفہ بھی سمجھ لیجئے کہ اس کا صریح مطلب یہی ہے کہ اس رات میں امت مسلمہ کے لیے کائی خاص عبادات یا کائی خاص اہتمام عبادات کا بھی کائی حکم نہیں ہے۔ چنانچہ حضرات علماء نے اس کی تصریح بھی فرمائی۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی حنفیؒ بڑے ہی صاف الفاظ میں لکھتے ہیں:

نعم لم یشرع فیها التعبدو التعبدفي لیلة القدر مشروع إلی یوم القیامة

ترجمہ: ہاں! اس رات (شب معراج) میں عبادت کا اہتمام مشروع نہیں ہے، اور شب قدر میں قیامت تک کے لیے عبادت مشروع ہے۔

(روح المعانی: ۹/ ۱۰)

علامہ ابن حجرؒ ”تبیین العجب“ میں فرماتے ہیں کہ ماہ رجب میں کسی مخصوص وقت یا رات میں عبادت کی فضیلت میں کوئی صالح للاحتجاج روایت ثابت

نہیں۔

لم يرد في فضل شهر رجب ولا في صيامه ولا قيام شيء منه معين ولا في قيام ليلة مخصوصة فيه حديث صحيح يصلح للحجة .

ترجمہ: جب ماہ رجب کی فضیلت ،اس کے روزوں اور اس کے مخصوص رات کی فضیلت میں کائی صحیح حدیث حالح للاحتجاج ہورا رد نہیں ہوئی ہے۔

(تبيين العجب : ۲)

''**المواهب اللدنية**'' علامہ قسطلانی یہ بحث کرتے ہوئے کہ لیلۃ القدر افضل ہے یا لیلۃ المعراج لکھتے ہیں اور اسی ضمن میں آپ نے بڑی صفائی کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ شب معراج میں امت کے لیے آپ ﷺ نے کسی خاص عمل کی تلقین نہیں فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی اس امت کے لیے اس میں نفع ہوتا تو آپ ﷺ اس امت کو اس سے ضرور آگاہ فرماتے۔آپ لکھتے ہیں:

فإن قلت: أيما أفضل ،ليلة الأسرىٰ أو ليلة القدر؟فالجواب: كما قاله الشيخ أبو أمامة بن النقاش :أن ليلة الأسرىٰ أفضل في حق النبي ﷺ ،وليلة القدر أفضل في حق الأمة ،لأنها لهم خير من عمل في ثمانين سنة لمن قبلهم ،وأما ليلة الأسرى فلم يأت في أرجحية العمل فيها حديث صحيح ولا ضعيف،.ولذالک لم يعينها النبي ﷺ لأصحابه ،ولا عينها أحد من الصحابة بإسناد صحيح ،ولا صح إلىٰ الأن ولا إلى أن تقوم الساعة فيها

شـيء،ومـن قـال فيهـا شـيء فـإنما قال من كيسه لمرجح ظهرله استأنس به، ولهٰذا تصادمت الأقوال فيها وتباينت، ولم يثبت الأمر فيها علىٰ شيء ولو تعلق بها نفع للأمة ولا بضرة ،لبينه لهم نبيهم ﷺ. انتهى.

ترجمہ: اگر تم کہو کہ کونسی رات بہتر ہے، شب اسری (معراج) یا شب قدر؟ تو اس کا جواب وہ ہے جو شیخ ابوامامہ بن نقاشؒ نے دیا ہے کہ: نبی کریم ﷺ کے حق میں معراج افضل ہے اور امت کے حق میں لیلۃ القدر، اس لئے شب قدر ان کے لیے پچھلے قوموں کے مقابلہ میں اسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ رہی شب معراج، تو اس میں عبادت کے افضل ہونے کے سلسلے میں نہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہے، نہ ضعیف، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کے لیے اس کو متعین نہیں فرمایا اور نہ خود صحابہ کرامؓ نے متعین کیا۔

اور اس میں کوئی بات بسند صحیح نہ اب تک ثابت ہوئی ہے، اور نہ تا قیامت ثابت ہوسکتی ہے اور جس نے بھی اس سلسلے میں کچھ کہا ہے تو اس نے اپنی عقل سے کہا ہے کسی مرجح کی وجہ سے جو انہیں ظاہر ہوا ہو اورنہوں نے اس سے تائید حاصل کی اور اسی لیے اس سلسلے میں لوگوں کے اقوال مختلف اور متصادم ہیں، الغرض اس رات سلسلے میں کوئی بات ثابت نہیں ہے اور اگر اس رات میں کوئی نفع امت کے لیے متعلق ہوتا، چاہے ذرہ ہی برابر کیوں نہ ہو، نبی کریم ﷺ ضرور اس کو بیان فرماتے۔

(المواهب اللدنية: ۲/ ۳۴۲، ۳۴۳)

ہم نے چند بزرگوں کی عبارتیں نقل کردیں ہیں ان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس رات میں خصوصی اہتمام عبادت مشروع نہیں ہے۔

کیا حضور ﷺ اور صحابہؓ نے اس رات میں عبادت کا اہتمام فرمایا؟

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں وہی عمل معتبر ہے جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ کے قول ،فعل یا تقریر سے ،یا صحابہ کرامؓ کے اقوال ،افعال اور تقریرات سے ثابت ہو،اور جو عمل اس طور پر ثابت نہیں وہ چاہے فی نفسہ اچھا ہی کیوں نہ ہو مردود و مبغوض اور ضلالت و گمراہی میں داخل ہے اس لیے کہ وہ شریعت کے اختلاف میں بدعت کہلاتا ہے اوت بدعت سے متعل رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهه رد

(کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی بات ایجاد کی جو دین میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔)

(بخاری و مسلم بحوالہ:ریاض الصالحین:۲۲)

اور دوسری حدیث میں ہے:

كل بدعة ضلالةو كل ضلالة في النار

(کہ ہر بدعت گمراہی ہےاور ہر گمراہی جہنم میں ہے)

(مسلم،ابو دوؤد،ترمذی،بحوالہ:ریاض الصالحین:۵۹و۶۳)

لہٰذا کسی عمل کے کرنے سے قبل اس کی تحقیق کریں کہ یہ عمل اس طریقے پر ثابت ہے یا نہیں ورنہ وہ ہمارے حق میں بتاہی کا باعث ہوگا۔

جب ہم اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ اور خلافاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہؓ کی زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہی جواب ملتا ہے کہ یہ ان حضرات سے کسی طرح ثابت نہیں، چنانچہ واقعہ معراج کے بعد نبی کریم ﷺ کئی سال زمیا میں رہے مگر کبھی آپ ﷺ نے اس رات میں عبادت کا نہ خود اہتمام فرمایا اور نہ کسی کو اس کا حکم فرمای۔ پھر حضرات خلفاء راشدین نے اپنے دور میں اور دیگر صحابہ و تابعین اور اسلاف امت نے اس کا ئی اہتمام نہیں فرمایا، بل کہ علاماء کرام نے تو اس بات کی وضاحت اور صراحر فرمائی ہے کہ اس رات میں اہتمام عبادت مشروع نہیں ہے، بل کہ بدعت ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا۔

اگراس رات میں خصوصی عبادت مشروع ہوتی تب بھی......

اور اگر اس رات میں شب برات و قدر کی طرح خصوصی عبادت مشروع بھی ہوتی تو ظاہر سی بات ہے کہ اس میں اس طرح مساجد میں اجتماع یعنی اکٹھا ہو کر عبادت کرنا، اس کے اعلانات اور تداعی کی کیفیت اختیار کرنا یہ بھی شریعت کی نظر جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ایسے عبادات انفرادی طور پر ادا کرنا چاہیے اور اس کے لیے اس طرح اہتمام بدعت کہلاتا ہے، اسی وجہ سے شب قدر اور سب برات میں بھی یہ کیفیت اختیار کرنا بدعت اور ناجائز ہے، اور مستضاد یہ ہے کہ اس رات میں مساجد میں بے ضرورت روشنی اور دیگر خرافات بھی جی کاتی ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اور یہاں تو سرے سے اس رات کے سلسلے میں شریعت میں کوئی حکم نہیں ہے تو پھر یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ اس رات میں وہ کام کیے جاتے ہیں جن کی اجزت شب برات اور شب قدر میں بھی نہیں ہے؟

جب ایسی بات ہے تو پھوان کاموں کو دین سمجھ کر کرنا اور اس پر ثواب کی امید یہ سب دین اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے ورنہ جسے دین کی بصیرت ہو وہ کہاں ایسے کام کرے گا جس سے اللہ تعالی ناراض ہوں۔

خلاصۃ الکلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شب معراج میں حضورﷺ کو آسمانوں پر بلایا گیا یقیناً وہ رات بڑی ہی عظیم الشان رات ہے۔اور ہر سال آنے والی اس رات کو بھی اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ اس میں یہ واقعہ پیش آیا اس کے علاوہ کوئی فضیلت اسے حاصل نہیں اور اس رات میں شریعت اسلامیہ میں خصوصی عبادت کے لیے شب قدر اور شب برات کی طرح کائی حکم نہیں ہے۔اور پھر اسی میں اختلاف ہے کہ معراج کس ماہ میں ہوئی اس لیے صرف رجب ہی مین اس کے وقوع کا دعویٰ غلط ہے۔

اور اگر مذکورہ اختلاف نہ بھی ہوتا تب بھی چوں کہ اس راقت میں خصوصی عبادت مشروع نہیں اس لیے اس رار کو عبدت کے لیے خاص بدعت ہی تہرتا،اس لیے کہ قرآن کریم کی کسی آیت، نبی کریمﷺ کی کسی حدیث،حضرات صحابہ کرامؓ کے قول یا عمل یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول وعمل سے ش معراج میں عبادت کجا اہتمام منقول نہیں ہے۔بل کہ اسلاف نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس رات میں کائی خصوصی عبادت مشروع نہیں ہے۔اور کوئی عبادت بھی اس میں مشروع ہوتی تو مروجہ طریقے پر اس میں جاگنا بدعت ہی ٹہرتا۔جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گزرا لہٰذا ہر مسلامن کا یہ شیوہ وفریضہ ہے کہ اللہ تعالی حکم سامنے آنے کے بعد اس کی اتباع کرے۔

ایک عوامی شبہ اور اس کا دفعیہ:

یہاں عوام الناس سے ایک سوال اور اس کے جواب کا تذکرہ بھی بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے، جوان کی طرف سے یہ اوراس جیسی چیزوں کو بدعت بتائے جانے پر کرتے ہیں اوراسے بڑا ہی بھاری سوال سمجھتے ہیں:

وہ یہ ہے کہ جب یہ اوراس جیسے اعمال (جن کو شریعت میں ثبوت نہیں) کے بارے میں کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جاگ کر کے عبادت ہی تو کرتے ہیں؟ لہٰذا اس کے ثابت نہ ہونے کے باوجود یہ اہتمام سے کر لیے جائے تو کیا حرج؟ جبط کہ بہت سے لوگ جو عبادت وغیرہ نہیں کرت وہ بھی اسی بہانے سے جاگ کر عبادت کر لے تے ہیں؟ یہ ہے وہ سوال جو کیا جاتا ہے۔

اس کو جواب یہ ہے کہ دین اسلام سراتباع کا نام ہے کہ اللہ تعالی نے جو بھی کام جب اور کیسا کرنے کا حکم فرمایا ہے وہی اوراسی طریقے پر کیا جا سکتا ہے، ان کے علاوہ اپنی جانب سے کوئی عمل گڑھ کر یا کسی دینی وشرعی عمل کو کسی اور موقع پر اگر دین سمجھ کر کیا جائے تو وہ سنت نہیں ہے بل کہ بدعت ہے، باعث رحمت نہیں بل کہ باعث زحمت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس طریقے پر کیا جائے تو یہ من مانی ہو گئی اتباع کہاں ہوا؟

حضرت تقی عثمانی صاحب ۲۷/رجب کے روزے کی تردید فرماتے ہیں:

> ''اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہنم نے اس رات میں جاگ کر عبادت کر لی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو کونسا گناہ کر لیا؟ کیا ہم نے چوری کر لی؟ یا شراب پی لی؟ یا ڈاکا ڈالا؟ ہم نے رات میں عبادت ہی تو کی۔ اور اگر دن میں روزہ رکھ لیا تو کیا خرابی کا کام کیا؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ بتلا دیا کہ خرابی یہ ہوئی کہ اس دن کے اندر روزہ رکھنا اللہ تعالی نے نہیں بنایا اور خود ساختہ

التزام ہی اصل خرابی ہے۔ میں یہ کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ سارے دین کا خلاصہ ''اتباع'' ہے کہ ہمارا حکم مانو۔ نہ روزہ رکھنے میں کچھ رکھا ہے، نہ افطار کرنے میں کچھ رکھا ہے، نہ نماز پڑھنے میں کچھ رکھا ہے جب ہم کہیں کے نماز پڑھوتو نماز پڑھان عبادت ہےاور جب ہم کہیں کہ نماز نہ پڑھوتو نماز نہ پڑھنوعبادت ہےاور جب ہم کہیں کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھنا عبادت ہےاور جب ہم کہیں کہ روزہ نہ رکھوتو روزہ نہ رکھنا عبادت ہے۔ اگر اس وقت روزہ رکھ لو گے تو یہ دین کے خلاف ہو گا ۔دین کا سارا کھیل اتباع میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حقیقت دل میں اتر دے تو ساری بدعتوں کی خودساختہ التزامات کی جڑ کٹ جائے''۔

(اصلاحی خطبات:۱/۴۴۔۴۵)

ایک حیرت انگیز واقعہ:

مشہور محدث جلیل علامہ ابن دقیق العیدؒ نے احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام میں ایک مالی کی عالم کا یہ حیرت انگیز ،بصیرت افروز ،اورخوف زدہ کردینے والا واقعہ نقل کیا ہے جوسب کے لیے بالخصوص اہل بدعت کے لیے بڑا ہی عبرت آموز ہے ،لہٰذادل کی آنکھ کھول کراسے بار بار کرنے کی ضرورت ہے۔

علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

''حتى بلغني :أن بعض المالكية مر في ليلة من احدىٰ ليلة الرغائب (اعنى التى فى رجب او التى فى شعبان)لقوم يصلونها وقوم عاجفين على محرم او ما يشبههاو يقاربه فحسن حال العاكفين على المحرم على حال

الـمـمصلين بتلک الصلاۃوعلل ذلک بان العاکفین علی المحرم عاملون بارتکاب المعصیة فیرجی لهم الاستغفار والتـوبة ولامـصـلـون بتـلـک الـصـلاۃ (ما امتناعها عنده)معتقدون انهم فی طاعة فلا یتوبون ولا یستغفرون:

ترجمہ: یہاں تک کہ ہم کو یہ واقعہ پہونچا ہے کہ: کوئی مالکی عالم دو لیلۃ الرادائب میں سے (جو رجب میں ہے وہ یا وہ رات جو شعبان میں ہے) کسی ایک رات میںؒ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو اس نامز رفائب میں مشغول تھی، اور ایک جماعت پر سے گزرے جو حرام کوموں یا ان جیسے یا انہیں کے قریب کسی کام میں مصروف تھیں، تو انہیں نے مصروف جماعت کی اس نامز کے پڑھنے والوں کے مقابلے میں تحسین کی اور اس کی علت یہ بتائی کہ حرام میں مبتلا لوگ ایک معصیت کے مرتکب ہیں (اور وہ اسے معصیت ہی سمجھ رہے ہیں نا کہ طاعت) لہٰذا ان کی توبہ واستغفار کرنے کی امید کی جاسکتی ہے برخلاف اس نامز کے پڑھنے والوں کے کہ (شریعت میس نماز کے ممنوع ہونے کے باوجود) وہ اس بات کے معتقد ہیں کہ وہ طاعت وعبادت میں مشغول ہیں، لہٰذا وی نہ توبہ کریں گے نہ استغفار (اس لیے کہ اطاعت سے توبہ کہاں کی جاتی ہے؟)۔

(احکام شرح عمدۃ الاحکام: ۱/۱۲۳)

ستائیس رجب کا روزہ:

اس ماہ کی ستائیسویں تاریخ کو بعض لوگ روزے کا اہتمام کرتے ہیں اور اسے ہزاری روزہ کہتے ہیں یعنی اس پر ہزاروں کا ثواب ملتا ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور جو اس سلسلے مین روایت پیش کی جاتی ہیں وہ موجوع یا حد درجہ ضعیف ہے جو حجت نہیں بن سکتی۔

چنانچہ شیخ الاسلام حضرات مولانا تقی عثمانی صاح فرماتے ہیں:

> ''اسی طرح ۲۷ / رجب کا روزہ ہے، بعض لوگ ۲۷ / رجب کے روزے کو فضیلت والا روزہ سمجھتے ہیں کیسا کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے اس ۲۷ / رجب کے روزے کو بھی فضیلت والا روزہ خیال کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یا دو ضعیف روایتیں تو اس کے بارے میں ہے لیکن صحیح سند سے کوئی روایت ابت نہیں''۔

(اصلاحی خطبات: ۱/۴۴)

شیخ الاسلام علامہ ابن القیوم لکھتے ہیں:

> **''کل حدیث فی ذکر صوم رجب وصلاۃ بعض اللیالی فیه وهو کذب مفتری''**

ترجمہ: ہر حدیث جس میں رجب کے روزے اور اس ماہ کی کسی

راتمیں نماز کا ذکر ہے وہ جھوٹی ہے۔

(المنار المنیف: ۶۹)

علامہ ابن حجرؒ تبیین العجب میں اس ماہ سے متعلق جنتی روایات بیان کی جاتی ہے ان کے متعلق یہ ضابطہ بیان کرتے ہیں:

''لم یرد فی فضل شهر رجب ولا فی صیامه ولا فی قیام شیء منه معین ولا فی قیام لیلة مخصوصة فیه حدیث صحیح یصلح للحجة .

ترجمہ: رجب کی فضیلت ،اس کے روزوں اوراس کی کسی مخصوص رات کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث کوصالح للاحتجاج ہووارد نہیں ہوئی ہے۔

(تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب: ۲)

صاحب لطائف المعارف لکھتے ہیں:

'' واما الصیام فلم یصح فی فضل صوم رجب بخصوصه شیء عن النبی ﷺ .

ترجمہ: یعنی خصوصیت سے رجب کے روزوں کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ سے کائی چیز صحیح طور پر ثابت نہیں۔

(لطائف المعارف: ۱/۱۳۰)

علامہ مجدالدین فیروزآبادیؒ سفرالسعادۃ کے خاتمے میں تحریر فرماتے ہیں:

''وباب صیام رجب وفضله لم یثبت فیه شیء بل قدورد کراهة ذٰلک .

ترجمہ: رجب کے روزوں اور ان کی فضیلت میں کو ئی بات

(حدیث) ثابت نہیں بل کہ کراہت مروی ہے۔

(مقدمہ الادب فی رجب: ۸)

حضرت عمر کا معمول:

حضرت عمرؓ کو اپنے زمانے میں جب معلوم ہوا کہ بعض لوگ ضروری سمجھ کر رجب میں روزہ رکھ رہے ہیں تو آپؓ باہر نکلے ایک آدمی کے پاس گیے اس کو کھانے پر مجبور کیا۔

''عن خرشة بن الحر قال: رئيت عمر يضرت اكف الناس في رجب ،حتى يضعوها في الجفنان ، ويقول: كلوا،فإنما هو شهر كان يعظمه الجاهلية.

ترجمہ: حضرت خرشہ بن حر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپؓ رجب میں لوگوں کے ہاتھوں پر مار رہے ہیں، یہاں تک کہ لوگ برتنوں میں ہاتھ رکھے اور کہہ رہے ہیں کہ کھاؤ (روزہ توڑ کر) یہاں تک کہ ماہ رجب کی لوگ جاہلیت میں تعظیم کوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/ ۳۳۴)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رجب میں روزوں کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے ،ورنہ حضرت عمرؓ کے اس عمل پر صحابہؓ ضرور ٹوکتے ،جیسا کہ دوسرے بعض مسائل میں صحابہ نے حضرت عمرؓ کو ٹوکا ہے۔ مثلاً آپؓ نے جب دیکھا کہ لوگ نبی کریم ﷺ کا نام رکھتے ہیں اور پھر اس کو اس نام سے کوستے ہوئے بلاتے ہیں، جس سے نبی کریم ﷺ کے نام کی توہین نظر آتی ہے، تو آپ نے جن جن لوگوں نے یہ نام رکھا تھا ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنا نام بدل لیں تو بعض صحابہؓ نے آپ کو یہ جواب دیا کہ ہمارا نام تو خود حضور ﷺ نے رکھا ہے تو آپؓ خاموش ہو گئے۔

مگر اس واقعے میں صحابہؓ میں سے کسی کے روک ٹوک کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری اور علماء کرام نے بھی اس حدیث کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ ذکر نہیں کیا ہے۔ بل کہ ابن ماجہ میں ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رجب کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایسے ہی کئی صحابیؓ سے رجب میں روزے سے منع وارد ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ۔

(دیکھئے: مقدمة الادب فی رجب: ۱۱/۱۳)

اور مصنف ابن ابی شیبہ (۳۴۵/۶) میں حضرت انس کا اثر موجود ہے۔

لہٰذا ماہ رجب میں کسی خاص قسم کے روزے کا حکم نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی فضیلت و اہمیت ہے، بل کہ منع وارد ہوا ہے اس لیے اس ماہ میں کسی قسم کا روزہ اور اس پر ثواب کی امید شرعی نقطۂ نظر سے غلط ہے، مزعومہ ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا یا رجب کی کسی خاص تاریخ کو روزے کا اہتمام کرنا، جیسے کہ بعض لوگ ۲۷؍رجب کا روزہ رکھتے ہیں غلط اور بدعت ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

یہاں علامہ طرطوشیؒ کی الحوادث والبدع (۱۳۰۔۱۳۱) سے ان کی ایک عبادت نقل کر دینا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے، جس میں آپ نے اس ماہ میں روزے کے اہتمام کے مکروہ ہونے کو بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے:

”ویکره صيام رجب على احد ثلاثة وجوه،أحدها إذا خصه المسلمون بالصوم في كل عام حسب العوام ومن لا معرفة له بالشريعة مع ظهور صيامه،أنه فرض كرمضان.أو:اما انه سنة ثابتة خصه الرسول ﷺ بالصوم،كالسنن الروابط. واما أن الصوم فيه مخصوص بل ثواب على سائر الشهور ،جار مجرى صوم عاشوراء،

فيكون من باب الفضائل،لا من باب السنة والفرائض.

ولو كان من باب الفضائل لنبيه ﷺ،أو فعله، ولو مرة في العمر، كما فعل في صوم عاشوراء، ولما لم يفعل، بطل كونه مخصوصا بالفضيلة ولا هه فرض ولا سنة باتفاق. فلم يبق لتخصيصه بالصيام وجه ، فكره صيامه ولادوام عليه حذرا من أن يلتحق بالفرائض والسنن الراتبة عند العوام.

ترجمہ: تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کی بناء پر رجب کا روزہ مکروہ ہے: ایک یہ کہ اگر مسلمانوں نے ہر سال رجب کو روزہ کے لیے خاص کرلیا تو عوام اور جنہیں شریعت کا علم نہیں ہے۔۔اس کے روزوں کے ظاہر ہونے کے باوصف۔۔اس کو رمضان کی طرح فرض خیا کرلیں گے۔یا یہ سمجھ لیں گے کہ یہ رسول اکرم ﷺ سے ثابت شدہ سنت ہے۔یا یہ سمجھ لیں گے کہ سنت اور فرض تو نہیں،مگر یوم عاشوراء کی طرح اس ماہ میں بھی روزے کی خاص فضیلت ہے۔

اگر یہ روزہ فضائل کے باب میں سے ہوتا تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کو بیان فرماتے یا اس خود رکھتے ،چاہے ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو،جیسا کہ عاشورہ کے روزے میں آپ نے کیا اور جب نبی کریم ﷺ نے اسے نہیں رکھا تو اس کے فضائل کے باب سدے ہونا باطل ہوگیا،اور یہ بالاتفاق فرض یا سنت نہی ہے۔لہٰذا اس ماہ کو روزے رکھنے کے لیے خاص کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔لہٰذا عوام کے اس کو فرض یا سنت سمجھنے کے خوف سے یہ روزہ اور اس پر مداومت مکرو قرار پائے۔

(مقدمة الادب فی رجب: ۱۱/۱۲)

ہاں البتہ کسی خاص فضیلت کا اعتقاد کے بغیر اور کسی خاص دن و تاریخ کی پابندی کے بغیر ایسے ہی عام دنوں کی طرح روزہ رکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، گنجائش ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت لکھتے ہیں:

''خیر اگر کوئی روزہ ہی رکھے تو اس کو حضور ﷺ کا ارشاد نہ سمجھیں۔ دوسرے اس کو ہزاری یعنی ہزار روزے کے برابر ثواب میں نہ سمجھے کہ اس میں منقول کی تغییر ہے۔ تیسرے اس کو صحیح حدیث کے برابر نہ سمجھے غایت سے غایت ضعیف سمجھ لے اور اس کو بھی کسی فقیہ سے تحقیق کر لے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے بیان فضیلت اور حضرت عمرؓ کی ممانعت میں کس کو ترجیح ہوگی۔

(مسنون اعمال:۱۴)

صلاۃ المعراج وصلاۃ الرغائب

بعض اس ماہ کی مختلف راتوں میں مختلف قسم کی نمازیں پڑھتے ہیں، کیسے صلاۃ الرغائب، صلاۃ المعراج وغیرہ یہ نمازیں خاص طریقے سے پڑھی جاتی ہے ان مازوں کے طریقے، فضائل وغیرہ پر مشتمل احادیث بھی بعض لوگوں نے گڑھ لی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ احادیث موضوع اور من گھڑت ہیں، لہٰذا ان نمازوں اور ان کے خاص طریقوں کی شریعت اسلامیہ میں کائی اصل نہیں، اس لیے ان سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، حضرات محدثین نے اپنی کتوبوں میں اس کی صراحت کی ہے۔ جیسے:

علامہ ابن قیومؒ نے المنار المنیف میں فرماتے ہیں:

"کل حدیث فی ذکر صوم رجب ،وصلاۃ بعض اللیالی فیه فھو کذب مفتری.

(ہر حدیث جس میں رجب کے روزے اور اس ماہ کی کسی رات میں نماز کا ذکر ہے وہ جھوٹی ہے)

(المنار المنیف: ۹٦)

علامہ فہیہ مجد الدین فیروز آبادیؒ سفر السعادۃ کے خاتمے میں لکھتے ہیں:

وباب صلاقة الغائب، وصلاۃ نصف شعبان ،صلاۃ نصف رجب، وصلاۃ الایمان ،وصلاۃ لیلۃ معراج ...ھذہ الابواب لم یصح فیھا شیء اصلا .

(مقدمة الابواب في رجب: ۸)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے بھی" الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة "، میں ان نمازوں پر بحث فرما کر ان کو بے اصل قرار دیا ہے۔ حضرات فقہاء نے بھی ان کو بدعت اور بے اصل قرار دیا ہے۔ جیسے صاحب بحر الرائق اور علامہ شامی وغیرہ نے۔

(دیکھئے: رد المختار مع الشامی: ۲/۲٦)

رجب یا تبارک کی روٹیاں

بعض لوگ اس ماہ میں جمعہ کے دن میٹھی روٹیاں بنا کر اس ہر اکتالیس مرتبہ سورہ ملک پڑھ کر فاتحہ کرتے ہیں اس کی اسلام میں کائی اصل نہیں ہے ۔لہٰذا ہم یہاں اس پر بھی روشنی ڈالتے ہیں:

ایصال ثواب کے حق ہونے میں کائی شبہ نہیں ،اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے موجود ہے،مگر وقت اور کیفیات وغیرہ کی قیود جو لوگوں میں آج کل مروج ہے ،ان کا شریعت اسلامیہ س ء کائی تعلق نہیں ۔عبادات وطاعات میں جن کو شریعت نے مطلق رکھا ہے اپنی جانب سے قیود لگا دینا یا ان کی کیفیت کو بدل دینا یا اپنی جانب سے خاص اوقات کے ساتھ متعین کر دینا جائز نہیں ۔شریعت کی اصطلاح میں اس طرح کی تعیین وتقئید کو بدعت کہا جاتا ہے ۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے اور رات کو عبادت کے لیے خاص کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(دیکھو:مشکوۃ : ۱۷۹ باب صیام التطوع)

علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ومنها التزام الكيفيات و الهيئا ت المعينة كا الذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد (إلى أن قال)ومنها التزام العبادات المعينة في اوقات معينة لم يوجد لها ذٰلک التعيين في الشريعة .

(اورانہیں بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ وھیئا ت معینہ کا التزام

ہے جیسے کہ ھئیت اجتماع کے سات ایک آواز پر ذکر کرنا۔(پھر آگے فرمایا)اورانہیں بدعات میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عبادت معینہ کا التزام کر لینا بھی ہے جس کے لیے شریعت نے وہ اوقات مقرر نہیں کیے۔)

(راہ سنت:۱۱۹ بحوالہ:الاعتصام)

لہٰذا ایصال ثواب کو ماہ رجب ہی سے خاص کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔پھر اس میں جمعہ کے دن میٹھی روٹی،سورہ ملک،پھر اکتالیس بار کی قید یہ سب اسلامی نقطۂ نظر سے ٹھیک نہیں ہے بل کہ جب اور جو آسانی سے مہیا ہو جائے اس کو ایصال ثواب کی نیت سے دے دینا چاہیے۔

ہم یہاں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں:

''سوال:رجب المرجب کا جب مہینہ آتا ہے تو لوگ جمعہ کے دن کچھ میٹھی راٹیاں پکواتے ہیں اور اکتالیس بار سورہ ملک پڑھواتے ہیں ،اس کو تبارک کہتے ہیں اور سب لوگ بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی بجانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی جارہی ہے پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے لیے سبقت کرتے ہیں اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ کر لے آتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے اس کو بھی تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں چاہے وہ صاحب نصاب ہو یا کوئی دوسرا ہر شخص اس کو کھاتا ہے تو یہ کیسا ہے؟

جواب:سورت مسئولہ میں ایصال ثواب کی یہ صورت مہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے،نہ صحابہ کرامؓ سے،نہ فقہاء و مجتہدین

کی کتب سے بل کہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں بدعت کہتے ہیں، اور اس کا ترک کرنا واجب ہے، قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اجرت لینا جائز نہیں، پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی مستقل وجہ موجود ہے علامہ شامیؒ نے متعدد کتب سے اس کو نقل کیا ہے، رد المختار میں بھی شرح عقود رسم المفتی میں بھی شفاء العلیل میں بھی۔

''فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم''۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۹۵۴)

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

بعض جگہ بتارک کی روٹیوں کی رسم ہے جس کی سرے سے ہی کچھ اصل نہیں۔

(مسنون اعمال: ۱۵)

اختتام اور دعاء:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ماہ رجب المرجب اسلام کی نظر میں ایک محترم مہینہ ہے ہاں البلہ اس سلسلے مین بعض حضرات نے غلو کیا ہے اور بہت سے موضوع اور من گھڑت روایات بھی بیان کیا جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں، اس ماہ سے متعلق چند اعمال بھی ہیۓ جن میں ایک اہم عمل ماہ رمضان المبارک کی تیاری ہے، ایک عمل یہ ہے کہ اس ماہ کی پہلی رات کو دعاء قبول ہوتی ہیوغیرہ، پھر لوگوں میں اس ماہ میں چند بدعات و رسومات بھی جائج ہیں جن کا شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اخیر میں رب رحیم کے دربار میں دست بدعاء ہوں کہ اے اللہ! اس رسلے کو قبول فرما اور اس کو لوگوں کے لیے مفید، میرے والدین، میرے اساتذہ، دیگر

متعلقین اوراس احقر کے لیے نجات کا ذریعہ اور ذخیرۂ آخرت بنا۔آمین یا رب العالمین

هٰذا آخر ما أردت ایراد ہ في هذه العجالة من احكام شهر الله الحرام المسمیٰ ب"رجب المرجب"فتمت الرسالة الیوم بعون الله وتوفيقه .ولاحول ولا قوة إلا بالله .والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات،وصلی الله علی نبیه محمد المصطفیٰ وعلی آله وصحبه أجمعین وعلی من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین.

العبد الفقیر إلی مولاہ القدیر
محمد خالد خان قاسمی عرف جاوید
خادم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور۔
۲۹ر ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بعد عشاء
موبائل:9900293404